:novelsclubb :read with laiba 03257121842

تو تخت میرا، تو بخت میرا

شازیہ رفیق

اماں نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"لڑکی تمہارے یہی لچھن رہے تو کوئی نہیں آئے گا تمہیں بیاہنے۔" ذرا سا توقف کرکے اپنی بات کے اثرات اس چہرے پر دیکھنے چاہے لیکن وہ حسب عادت چیونگم چباتے ہوئے لاپرواہ انداز میں ٹانگیں ہلا رہی تھی اور یہی بات اماں کو مزید بتانے کے لیے کافی تھی۔ انہوں نے اس کی کمر پہ دو ہتڑ رسید کردیئے اس غیر متوقع حملے پر کراہ کر رہ گئی۔

"کیا ہے اماں؟" منہ بنا کر کمر کو سہلایا۔

"جب بھی آپی کے پاس سے ہو کر آتی ہیں مجھ بیچاری کی شامت ہی لے آتی ہیں۔"

"ہاں تو تو بہت معصوم ہے بیچاری ہی ہے نہ تو جبھی ہر دفعہ ایک نئی کہانی سنتی ہوں۔" انہوں نے بیچاری کو خوب رگڑ رگڑا دیا۔

"تو اماں کیوں کرتے ہیں سلیم بھائی رفیعہ آپی کے ساتھ۔ ایک تو آپ نے ڈھونڈ لیا سیکنڈ ہینڈ مرد جس کے جذبات پہلے ہی عورت کے متعلق کچھ اچھے نہیں تھے اور دوسرا ان کا آپی کے ساتھ برا سلوک میں کم از کم یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ اطمینان سے بولی جبکہ اماں ہمیشہ کی طرح اس کے نادر خیالات سن کر نئے سرے سے انگشت بدنداں رہ گئیں۔ اسی وقت صبیحہ نے اندر جھانکا۔

"آپا آجاؤ کھانا کھالو آج تو ربیعہ بجو نے گوشت قورمہ بنایا ہے۔" صبیحہ نے چٹخارہ لے کر جیسے قورمے کا مزہ بغیر کھائے ہی لے لیا۔ جواباً"

مکمل ناول

digest novels lovers group@Nadia Majid

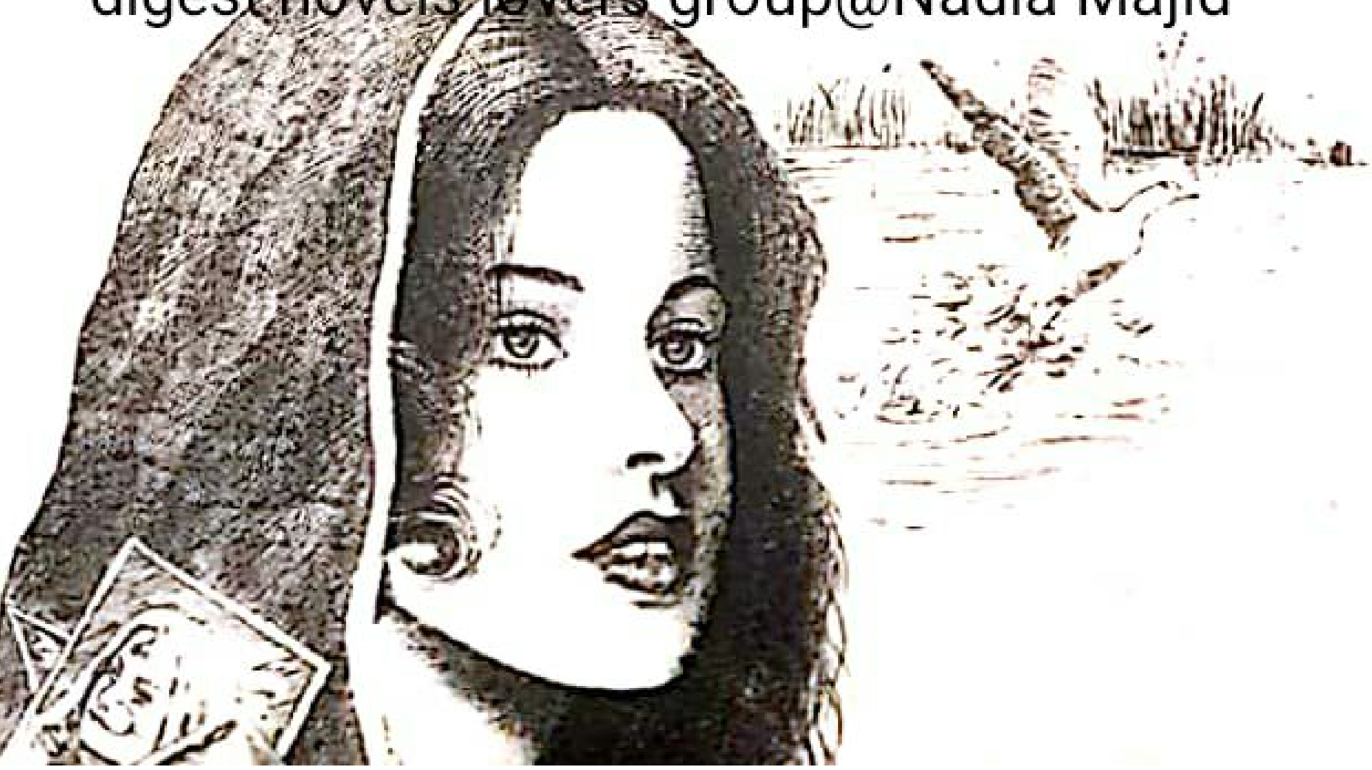

Scanned with CamScanner

سفینہ صاحبہ نے بھی ندیدے پن کا مظاہرہ کرنے میں کسی کنجوسی سے کام نہیں لیا۔ اماں نے تاسف سے سرہلا کر انہیں دیکھا۔

"آخر میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی ہے؟" اماں سفینہ کے متعلق کچھ اچھی رائے نہیں رکھتی تھیں لیکن یہاں کسے پرواہ تھی وہ سب کی سب تو کچن میں کھانے میں مگن ہو چکی تھیں۔

"آپا یہ پرندے ہوا میں کیسے اڑتے ہیں۔" آج چھٹی تھی اسی لیے سب اکٹھی بیٹھی تھیں سوائے ربیعہ کے۔

"ظاہر ہے بھئی پروں سے۔" لاپروائی سے جواب دیا۔

"آپا ویسے کتنا اچھا ہوتا کہ ہمارے بھی پر ہوتے۔" لہجے میں ہزاروں حسرتیں دم توڑنے لگیں تھیں۔

"واقعی ہمارے بھی پر ہوتے تو ہم بھی ہوا میں انہی کی طرح اڑتے پھرتے اور زمین والوں کی طرف تو نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔"

"آپا اگر ہمارے اب پر لگ جائیں تو؟" سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"پھر ہم بھی اڑنے لگیں گے جہاں ہمیں اماں ڈانٹنے لگی ہم پھر سے اڑ کر دیوار پر جا بیٹھیں گے ویسے تم کیا بننا پسند کرو گی؟" سفینہ نے یوں پوچھا جیسے مستقبل قریب میں واقعی یہ عمل ظہور پذیر ہونے والا ہو۔

"میں تو مینا بنوں گی۔" صبیحہ سے پہلے نیلما بولی۔

"اور میں طوطا بنوں گی۔" رفیعہ کیوں پیچھے رہتی۔

"اور میں خوبصورت سی چڑیا۔" صبیحہ بولی۔

"جی نہیں چڑیا میں بنوں گی۔" سنیعہ نے صبیحہ سے اختلاف کیا۔

"جی نہیں میں۔"

"تم چھوٹی ہو مجھ سے لہٰذا پہلے میں چڑیا بنوں گی پھر تم چاہے بعد میں اللہ میاں سے دعا کر کے چڑا بن جانا۔"

"جی نہیں پہلے میں۔" اور اسی بات پہ لڑائی شروع ہو گئی اور پاس آرام کے لیے لیٹی اماں کا سر گھومنے لگا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھک کر جوتا اٹھایا اور ایک سنیعہ کو اور ایک صبیحہ کو رسید کر دیا۔ باقی بڑی تیزی سے اپنی جان بچا چکی تھیں۔

"اف جوتے کھا کھا کر میری کمر تو کسی دن جوتے کی سی شکل اختیار کر لے گی۔" کمرے میں ربیعہ کے پاس بیٹھتے ہوئے حد بڑبڑائی۔ ربیعہ نے کتاب سے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تمہارے ایگزام کب شروع ہو رہے ہیں؟" ہمدردی کے بجائے ربیعہ کی اس بات پہ وہ بدمزہ سی ہو گئی۔

"اگلے ماہ سے اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔"

"اور تم بجائے پڑھنے کے ادھر ادھر کی شرارتوں میں مصروف رہتی ہو۔" ربیعہ کو بس پڑھائی کے معاملے میں غصہ آتا تھا۔

"پڑھتی تو ہوں دیکھ لیجئے گا اس دفعہ بھی فرسٹ ڈویژن میری ہو گی۔"

"انشاء اللہ۔" انہوں نے دل ہی دل میں کہا۔ اس بات کی تو وہ بھی معترف تھیں کہ وہ ذہین بہت تھی اور اس نے کبھی بھی مایوس نہیں کیا تھا پڑھائی کے معاملے میں گھر والوں کو۔

"آج ساجد میاں کے گھر سے پھر آئیں تھیں ان کی اماں۔" اماں نے حسب عادت لمبی چوڑی بات کی۔ ابا نے نوالہ توڑتے ہوئے ان کی طرف دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں۔

"میں تو کہتی ہوں دیکھا بھالا لڑکا ہے اور پھر وہ لوگ اصرار بھی کر رہے ہیں دیر کس بات کی؟"

"پورا چالیس سال کا مرد ہے اور اماں لڑکا کہہ رہی ہیں۔" کچن میں کھڑی سنیعہ تک صحن سے

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

آتی اماں کی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔ اسی لیے لڑکا یوں کہا جیسے کچا ہی چبا جائے گی اسے۔

"لیکن فاطمہ اس کی عمر؟" ابا پھر متذبذب تھے۔

"ارے مرد تو ہمیشہ جوان ہی رہتے ہیں اور پھر ہے بھی کنوارا وہ۔"

"بے شک اسی سال کا مرد آجائے اور یہ کہہ کر بیاہ رچا دیا جائے کہ ہے تو کنوارا۔ میں کہتی ہوں آخر کیا کمی ہے بجو میں جو اس دنیا کے سب سے شاندار کنوارے لڑکے کے لیے اماں اتنی بے چین ہو رہی ہیں۔" سنیعہ اب صبیحہ سے مخاطب تھی جو چاول صاف کرتے ہوئے اس کے منہ کے بگڑے زاویے دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

"آپا تم کسی بھی حال میں خوش نہیں ہوتیں۔ رفیعہ آپی کے شوہر پر تمہیں پہلے سے شادی شدہ ہونے کا اعتراض تھا اور اب ساجد بھائی کی عمر پر اعتراض ہے۔"

"ہاں تو مجھے اعتراض تو رہے گا ہی دیکھو بجو ابھی پچیس سال کی بھی نہیں ہوئیں اور انہیں دگنی عمر کے مرد سے جوڑا جا رہا ہے۔" حسب عادت جوش میں آکر بولی۔

"عمران خان کی بیگم بھی تو اپنے شوہر سے آدھی عمر کی ہے۔" صبیحہ جیسے اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"وہاں بات عمران خان کی شہرت کی تھی اگر ایک طرف شہرت تھی تو دوسری طرف پیسہ تھا ان کے لیے یہ ایڈوانچر تھا۔ لیکن یہ جو ہمارے طبقہ کی لڑکیاں ہوتی ہیں ناں ان کے خواب بہت نازک ہوتے ہیں کانچ سے بھی زیادہ نازک اور پتا ہے وہ ہمیشہ اپنے آئیڈیل کو شریک سفر کی صورت میں تلاش کرتی ہیں جس کا حقیقت کی دنیا سے گزر نہیں ہوتا اور جب یہی خوبصورت خواب سجائے وہ بابل کی دہلیز چھوڑتی ہیں ناں تو یہی امید رکھتی ہیں کہ انہیں ان کے خوابوں کی تعبیر مل جائے گی۔" وہ کچھ جذباتی سی ہو گئی۔ صبیحہ نے چاولوں کی ٹرے ایک طرف رکھ کر نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن آپا ہمیشہ تو خوبصورت خوابوں کا انجام اتنا ہی دلکش نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ حقیقت میں قسمت ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔"

آپا یہ جو لفظ قسمت ہے ناں صرف نچلے طبقے کے لیے بنایا گیا ہے تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی اونچے طبقے کے فرد نے یہ لفظ استعمال کیا ہو اور ہماری ڈکشنری میں باقی الفاظ کے سوا صرف ایک یہی لفظ مختلف معنوں اور طریقوں میں بیان کیا جاتا ہے اور مجھے صرف اس بات سے چڑ ہے کہ ہم ہر کام' ہر واقعہ قسمت کا لکھا سمجھ کر کیوں قبول کر لیتے ہیں جدوجہد کیوں نہیں کرتے۔"

"جدوجہد بھی وسائل اور ذرائع کے بغیر کیسے ممکن ہے ورنہ کس کا جی چاہتا ہے کہ اس کی بیٹیاں اس طرح بیاہی جائیں۔" صبیحہ کی آواز رندھ سی گئی۔

"دہشت روتے نہیں ہیں بزدلوں کی طرح۔" اس نے سرزنش کی اور باہر کھڑی اماں اپنی نٹ کھٹ سی بیٹیوں کی باتیں سن کر مزید دکھی ہو گئیں۔ کیا قسمت لے کر آئی تھیں ان کی بیٹیاں۔

رشید مرزا کی معمولی سی پرچون کی دوکان تھی۔ ان کی آٹھ بیٹیاں تھیں۔ نسیمہ اور رفیعہ جڑواں تھیں۔ نسیمہ کی شادی رشید مرزا کے دور پرے کے رشتہ داروں میں ہوئی تھی۔ رفیعہ کی شادی اماں کے رشتے کے بھانجے سلیم احمد سے ہوئی تھی۔ رفیعہ کے بعد ربیعہ' سنیعہ' صبیحہ' سمیعہ' نیلما اور سب سے چھوٹی سبرینہ جسے سب پیار سے گڑیا کہتے تھے۔ ایک تو مہنگائی کا دور اوپر سے اتنی بیٹیوں کا ساتھ' ناظمہ بیگم کی تو نیندیں اڑ گئی تھیں۔

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

مکان رشید مرزا کو وراثت میں ملا تھا سو سر چھپانے کا آسرا تھا۔ رشید مرزا کی دوکان سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔ جمع پونجی بڑی بیٹیوں کی شادیوں میں اٹھ گئی تھی۔ اسی لیے مستقبل کی فکر نے اماں کو وقت سے پہلے بڑھاپے کی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا۔ لیکن ابا نے کبھی بھی بچیوں کو بوجھ نہ جانا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ مشفقانہ اور دوستانہ ہوتا تھا جس کی وجہ سے بچیوں میں احساس محرومی یا کمتری کے احساس کے برعکس اعتماد آگیا تھا اور منیبہ صاحبہ میں تو شاید اعتماد حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ غلط بات برداشت کرنا تو اس کی سرشت میں ہی نہیں تھا باقی تو پھر بھی اماں کے خوف سے کبھی چپ ہو جاتی تھیں لیکن وہ اپنی بات منوا کر ہی چھوڑتی۔

"ویسے آپا تم نے ساجد بھائی کو دیکھا ہے؟" صبیحہ کی آواز اس کو خیالات کی دنیا سے کھینچ لائی۔

"یہ بھائی کس خوشی میں کہہ رہی ہو تم؟" اسے گھورا۔

"اور جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے تو مجھے کوئی شوق نہیں ہے چالیس سالہ بڈھے کو دیکھنے کا کس قدر نازک سی ہیں ہماری بجو ذرا سوچو تو بالکل دادا لگیں گے ساجد صاحب ان کے ساتھ۔" وہ اپنے نادر خیالات کا اظہار پورے جوش سے صبیحہ کے سامنے کر رہی تھی اس سے بے خبر کہ بالکل پیچھے اماں کھڑی ہیں۔

"اوئی اماں۔" ہمیشہ کی طرح غیر متوقع حملے پر حسب عادت جملہ بول کر تلملا کر پلٹی۔ خیال تھا کہ اتنا شدید وار کرنے والے کو چھوڑے گی نہیں لیکن سامنے اماں کو دیکھ کر صرف پیٹھ سہلا کر رہ گئی۔

"تم کبھی نہیں سدھرو گی لڑکی تم۔ حرام ہے گھرداری میں دلچسپی لینا شرم نہیں آتی چھوٹی کام سے لگی ہوئی ہے اور تم صرف باتیں بگھارنے میں مصروف ہو۔" اماں نے نیک بی بی بنی ہنڈیا بھونتی صبیحہ کو پیار سے دیکھ کر اسے حسب معمول جھاڑا۔

"اماں مجھ سے نہیں ہوتا یہ کیا پیاز کاٹتے پھرو اور آنسوؤں کی جھڑی کے ساتھ ایک آدھ بار ہاتھ تو ضرور ہی کٹے گا اور پھر گھنٹے بھر گرمی میں کھڑے ہو کر سالن بناؤں' روٹی بناؤں چاہے اس جدوجہد میں انسان مارے گرمی کے دنیا سے ہی کوچ کر جائے۔" وہ تقریر کے انداز میں ہاتھ لہرا لہرا کر کہہ رہی تھی۔

"ٹھہر تجھے میں بتاتی ہوں ہر کام کے لیے بہانہ تیرے پاس کھڑا ہوتا ہے۔" اماں کا ایک بار پھر خطرناک ارادہ دیکھ کر وہ پھرتی سے کچن سے نکل گئی۔

ربیعہ سمیت باقی سب بہنیں ماموں کے ہاں میلاد میں گئی تھیں۔ اماں ناسازی طبیعت کی وجہ سے نہیں جا سکی تھیں اور صبیحہ اور منیبہ کے آج پریکٹیکل تھے کالج میں اسی لیے وہ نہیں گئی تھیں۔

"نہیں رشید مرزا وہ نہیں مانے گی۔" فاطمہ بیگم نے صاف جواب دے دیا۔

"تم بات تو کر کے دیکھو۔"

"اب جب بی بی جان نے فون کر کے آنے کا کہا تو میں کیا کہتا لہٰذا ہاں کر دی۔" ابا بہت کم اتنا لمبا فقرہ بولتے تھے۔

"میں جانتی ہوں نا اسے آپ کے لاڈ پیار کی وجہ سے وہ ویسے ہی کچھ خودسر ہو گئی ہے اور وہ تو رفیعہ کے شوہر کو نہیں بخشتی۔ ہر دفعہ جب بھی جاتی ہے کبھی اس کی ساس اور کبھی سلیم میاں سے لڑ جھگڑ کر آ جاتی ہے پھر وہ خود اپنے لیے کیسے برداشت کرے گی کہ پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچی کے باپ کے حوالے کر دیا جائے اسے۔"

"لڑکے کی شادی بھی تو چھوٹی عمر میں ہو گئی تھی۔"

"بے شک ہو گئی تھی لیکن ہے تو وہ شادی شدہ اور یا رنڈوے صرف میری بچیوں کے لیے رہ

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

گئے ہیں۔ رشتہ داروں نے تو تماشا بنا کر رکھ دیا ہے
اگر خدا نے اس گھر میں بیٹیاں زیادہ دے دی ہیں تو
اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم نے دوسروں کے در
پھینکی ہوئی ہیں جس کا دل چاہتا ہے بولی لگا کر
چل دیتا ہے۔" اماں خاصی خفگی سے بول رہی
تھیں اور دوسرے کمرے میں بیٹھی ربیعہ کے
گالوں پہ آنسو ایک تواتر سے اپنے نشان چھوڑ
رہے تھے۔ اگرچہ اماں بابا نیچی آواز میں بات کر
رہے تھے لیکن رات کا وقت ہونے کی وجہ سے
آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک نظر
دوسری چارپائی پہ سوئی اپنی نٹ کھٹ سی بہن پر
ڈالی اور دل دکھ کی شدت سے جیسے پھٹنے کے قریب
ہو گیا۔

"ٹھیک ہے رشید مرزا میں کوشش کروں
گی۔" اماں شاید قائل ہو چکی تھیں۔

"اف میرے خدا بھی غربت نہ دینا کسی کو اور
جہاں غربت ہو تو اتنا بوجھ نہ دینا بیٹیوں کا۔" ربیعہ
نے کرب سے آنکھیں بند کر کے شدت سے دعا
کی۔

....

"بی بی جان۔" انہوں نے ہولے سے پکارا۔
"ہوں۔" قدسیہ بانو نے پان بناتے ہوئے
انہیں غور سے دیکھا جو کہ خاصی مضمحل اور افسردہ
سی لگ رہی تھیں۔
"بڑی دلہن کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے
تمہاری؟" انہیں قدرے تشویش لاحق ہوگئی۔
"بی بی جان میں مصطفیٰ کی طرف سے بہت
پریشان ہوں پھر اب مینا بھی نہیں سنبھلتی اگر ایک
بار رونا شروع کر دے تو کسی سے چپ ہونے کا نام
نہیں لیتی حتیٰ کہ شذرا جو اسے سارا دن سنبھالتی

۸۶ء سے بغیر دوا و ویکسین نہ کوئی درد، نہ ری ایکشن، 5 تا 9 سالہ پرانی تکالیف 100% بھی اے ۷ء بچوں میں الرجی نسبتاً عام ہے۔ تیزی سے بگڑتی مگر جلد
سٹیبلائز (علاج) ہو سکتی ہے۔ آسان، منفرد اور موثر ہونے کی وجہ سے یورپ، امریکہ، برطانیہ سمیت دنیا بھر سے حوصلہ افزائی پاکستان کیلئے فخر کی بات ہے۔

EARLY STABILIZATION IS SAFE & EFFECTIVE WHERE OTHERS FAIL

بچوں میں الرجی نسبتاً عام ہے پہلے وقت ضرور لیں

نہ دوا نہ ویکسین

الرجی دمہ چنبل

1 پرہیز علاج سے بہتر
5 قلت، طوالت، مہلک
11 مرض کو گھر کرنے سے پہلے بے گھر کرنا اچھا ہے

چھینکیں | کیرا حلق | مرگی | ناک | کان | گلے
سردرد | شقیقہ | گردہ | خراٹے | نکسیر | سانس

لندن، امریکہ اور بیرون ممالک سے آئے ہوئے
مریضوں کے تاثرات کی ویڈیو یو ٹیوب پر یہاں آ کر ملاحظہ فرمائیے

جیسی دائمی ضدی علامات کیلئے الرجی سٹیبلائزیشن بذریعہ الٹرا ساؤنڈ شارٹ ویو ٹرپل

www.smamah.com.pk

تفصیل:۔ جوابی لفافہ، ویب سائٹ (اردو) یا ملاقات (وقت لیکر)
ڈاکٹر کیپٹن (ر) میاں مسلم طلانہ ایم بی بی ایس، ایف سی جی پی سپیشلسٹ ان الرجی سٹیبلائزیشن
فون نمبر: 051-2853821 موبائل: 0300-9565571

ہے اس سے بھی مانوس نہیں ہو رہی۔ اب وہ ماں کی گود تلاش کرتی ہے کہاں سے لا کر دوں اسے ماں؟" وہ روہانسی لہجے میں بولتی چلی گئیں۔

"میں نے تو کہا ہے کہ مصطفیٰ دوسری شادی کر لے لیکن وہ کسی بھی طرح راضی نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہی بات میں نے تمہارے بابا جان سے بھی کی تھی ان کا خیال ہے کہ ابھی مصطفیٰ کو مجبور نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ نائمہ کا دکھ ابھی تازہ ہے اور پھر وہ اس کی محبت بھی تو تھی آہستہ آہستہ یہ بھلا پائے گا اسے۔" بی بی جان نے بڑی بہو کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"آخر کب تک بچی ماشاء اللہ سے چھ ماہ کی ہونے والی ہے بھرا پرا گھر ہے سب اسے چاہتے ہیں لیکن بی بی جان مجھے صرف مینا کی فکر نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ مصطفیٰ بھی زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ جانے والوں کے ساتھ تو نہیں جایا جا سکتا بی بی جان پلیز کچھ کریں میرا اکلوتا بیٹا ہے اور جوانی میں ہی اسے یہ اتنا بڑا دکھ سہنا پڑا ہے۔ بالکل مرجھا کر رہ گیا ہے۔" ان کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش اور بڑھ گئی۔ قدسیہ بانو نے دکھ اور ہمدردی سے انہیں دیکھا۔

"رائمہ کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا؟" بی بی جان کے اس سوال پہ آنکھیں پونچھتے ہوئے وہ چونک گئیں۔

"نہیں بی بی جان یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ان کے گھر کا ماحول کس طرح کا ہے ٹھیک ہے نائمہ بھی اسی کی بہن تھی لیکن اس کی عادات ان سے کچھ مختلف تھیں۔" نگاہوں تلے رائمہ کا وہ رویہ گھوم گیا جب دو ماہ قبل نائمہ کی وفات والے دن مینا رائمہ کی گود میں روئے جا رہی تھی۔ شاید ماں کی کمی کا احساس اس معصوم کو بھی ہو گیا تھا۔ رائمہ نے ایک دو بار چپ کروانا چاہا لیکن جب ناکام رہی دو تھپڑ مار دیئے اس کے پھول سے گالوں پہ۔ پھر وقتاً فوقتاً جب بھی آتی تقریباً ایسی ہی بیزاریت کا اظہار کرتی اور وہ یہ سب برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ اچانک ایک خیال بجلی کی طرح ذہن میں کوندا اور اس کا اظہار بھی انہوں نے بی بی جان سے کر دیا۔ وہ بھی سن کر لمحہ بھر کے لیے چپ رہ گئیں۔

"آخر وہ سوچیں گے تو جب کنوارہ تھا ان کا بیٹا تب پوچھا نہیں اور اب چلے آئے ہیں۔" ان کے اس نقطہ پر وہ بھی ندامت سے سر جھکا گئیں۔

"اچھا آنے دو اپنے بابا جان کو ان سے بات کروں گی۔" انہوں نے تسلی دی تو وہ مطمئن سی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ ساس سے اپنی پریشانیاں شیئر کر کے وہ یونہی مطمئن ہو جاتی تھیں۔

گردیزی ہاؤس میں کمال شاہ گردیزی کے چار بیٹے مظفر گردیزی، مقصود گردیزی، مسعود گردیزی اور انور گردیزی رہتے تھے۔ مظفر گردیزی کی چھ بیٹیاں اور تین بیٹا تھا۔ مقصود گردیزی کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ مسعود گردیزی کا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی تھی اور انور گردیزی کی تین بیٹیاں اور تین ہی بیٹے تھے۔ سب کے الگ الگ پورشن تھے لیکن تمام لوگوں کا زیادہ وقت بی بی جان کے پورشن میں گزرتا تھا۔

کمال گردیزی کی ایک ہی بیٹی تھی سعدیہ گردیزی۔ ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ان کے شوہر امریکہ میں بزنس کے سلسلے میں رہتے تھے وہ بھی اکثر آتی جاتی رہتی تھیں۔ وہاں لیکن رہتی وہ زیادہ تر پاکستان میں ہی تھیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں امریکہ کا ماحول بچوں کے لیے بہتر نہیں تھا اس لیے وہ کبھی کبھی چھٹیوں میں وہاں چلی جاتی تھیں ورنہ اسحاق گردیزی ہی ہر سال آ جاتے تھے۔ اب تو وہ بھی پاکستان سیٹ ہو رہے تھے۔ تقریباً سب بچوں کی آپس میں ہی شادیاں کر دی تھیں۔ بابا جان نے مظفر گردیزی کی صرف ایک ہی بیٹی شندرا رہتی تھی جو کہ ابھی تک بیچلر لائف

Scanned with CamScanner

انجوائے کر رہی تھی اور بیٹا مصطفیٰ گردیزی جس کی دوسری شادی آج کل گھر میں موضوع بنی ہوئی تھی۔

"بھائی۔" شذرا نے بڑے پیار سے پکارا۔

"ہوں۔" وہ بڑے مصروف انداز میں گویا ہوا۔

"کہو کیا بات ہے؟" جب کافی دیر تک وہ نہیں بولی تو اس نے سر اٹھا کر نرمی سے کہا۔

"بھائی وہ میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ۔" رک کر پیچھے مڑ کر دیکھا اور آن کی آن میں تقریباً تمام فوج اندر موجود تھی۔

"خیریت ---- یہ آج سب میرے کمرے میں کیوں نازل ہوئے ہیں وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" پین کا سرا منہ میں دبا کر مصطفیٰ نے حیرت سے سب کو دیکھا۔

"کیوں کیا ہم تمہارے کمرے میں نہیں آ سکتے؟" سعود نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے خفگی سے پوچھا۔

"نہیں بھئی آ سکتے ہو کیوں نہیں آ سکتے لیکن اچھا خیر چھوڑو یہ بتاؤ شذرا تم کیا کہہ رہی تھیں۔" اس نے شذرا کی طرف رخ موڑا تو اس نے سٹپٹا کر سب کی طرف دیکھا۔

"چاچو آپ کی دلہن کب آئیں گی؟" پانچ سالہ کامی نے فٹ رٹا رٹایا سبق دہرا کر گویا سب کو مشکل سے نکال دیا۔

"بھالی۔" مصطفیٰ نے خفگی سے سمیرا بھابی کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک تو کہہ رہا ہے بس اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔" سمیرا بھابی نے اس کی خفگی کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے کہا۔

"آپ شاید بھول رہی ہیں کہ میری شادی ہو چکی ہے اور میں بابا جان کو اپنا فیصلہ بھی سنا چکا ہوں۔" وہ قطعیت سے بولا۔

"مصطفیٰ میرے بھائی زندگی ایسے تو نہیں گزرے گی نا پھر کچھ مینا کا بھی احساس کرو چند ابھی وہ ماں کے لمس سے اتنا واقف نہیں ہے لیکن تم شاید نہیں جانتے کہ جیسے جیسے وہ بڑی ہوئی اس کو ماں کی کتنی ضرورت ہو گی۔" میرا نے ہمت نہیں ہاری تھی باقی سب فی الحال خاموش تھے۔

"مینا کو میں ماں اور باپ دونوں کا پیار دوں گا اور پھر اسے پیار دینے والے اتنے اور لوگ ہیں۔" وہ ہر دلیل رد کر رہا تھا۔

"نہیں مصطفیٰ تمہاری یہ بھول ہے کہ تمہارے پیار سے وہ بہل جائے گی ٹھیک ہے یہاں سب اسے چاہتے ہیں لیکن اس کی زندگی میں جو خلا ہے ماں کی کمی کا اسے تم کبھی پورا نہیں کر سکو گے۔"

ثوبیہ آپا بھی میدان میں کودیں۔ اس کے بعد تو سب نے اپنے اپنے دلائل دے کر قائل کرنا شروع کر دیا۔ سب مینا کا سہارا لے کر اسے سمجھانے کی کوشش میں تھے۔ لیکن اس کی ناں ہاں میں نہیں بدلی۔ وہ کیسے اپنا پیار، اپنی زندگی نائمہ کو بھول جاتا جس کی دو سالہ رفاقت ہی اس کا سرمایہ حیات تھی۔ اس کی یادوں کے سہارے تو وہ ساری زندگی بتا سکتا تھا لیکن گردیزی ہاؤس کے مکین اسے اس طرح ویران اور تنہا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہر ایک کو اسی کی فکر تھی پھر تو ہر ایک نے اٹھتے بیٹھتے اسے فورس کرنا شروع کر دیا اور یہی بات اسے طیش میں مبتلا کیے جا رہی تھی۔ نتیجتہً اس نے کم سے کم وقت گھر میں گزارنا شروع کر دیا۔ کون کیا کر رہا ہے کیا کہہ رہا ہے اسے اس کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ حد تو یہ کہ وہ مینا سے بھی غافل ہونے لگا تو بابا جان کو مجبوراً انتہائی قدم اٹھانا پڑا۔

"اچھا بھئی سب ڈبے سیٹ ہو گئے ہیں؟" اس نے جلدی سے اپنی جگہ پہ کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا تو اس

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

نے صبیحہ کو اشارہ کیا۔ اس کے وسل بجانے پر منہ سے آواز نکلی اور ٹرین اسٹارٹ ہو گئی۔ کوئی دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ وہ بی۔اے کے ایگزام دے چکی ہے اور حرکتیں بالکل بچوں والی ہیں۔ حد تو یہ کہ باقی سب بہنیں بھی اسی کے نقش قدم پر چل رہی تھیں۔

"آپا اسٹیشن آ گیا۔" آخر کافی دیر کے انتظار کے بعد بریرہ کو کہنا پڑا۔

"نہیں بھئی اس اسٹیشن پر گاڑی نہیں رکے گی۔" اس نے منہ سے انجن کی آواز نکالتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔

"آپا ایک ڈبہ گر گیا۔" پیچھے سے ثریا نے چیخ کر کہا تو اس نے ہنگامی بریک لگا کر پیچھے دیکھا۔ رفیعہ آپا کی سونیا کیلے کے چھلکے پر سے پھسل گئی تھی۔ جسے صبیحہ نے فوراً آگے بڑھ کر سنبھال لیا تھا اور زبردست قسم کی ڈانٹ سونیا سے چھوٹے سلمان کو پلا کر جس نے کیلا کھاتے ہوئے ابھی چھلکا پھینکا تھا دوبارہ سونیا کو اس کی پوزیشن پر کھڑا کر دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اپنا سفر شروع کرتی دروازہ کھٹاک سے کھلا اور پیچھے حواس باختہ سی اماں اندر داخل ہوئیں جو کہ ابھی مارکیٹ کے لیے نکلی تھیں ان کے پیچھے کراچی والی تائی اماں، منجھلی چچی اور چھوٹی چچی بھی تھیں۔ اماں نے جو سارے منظر پر نگاہ دوڑائی تو بے اختیار اپنا سر پیٹ لینے کو دل چاہا۔ وہ سب چھوٹی بہنوں اور بھانجے بھانجیوں کی ٹرین بنائے کھڑی تھی۔ دوپٹہ کمر کے گرد کس کر باندھا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکیں۔

"اپنا حلیہ درست کرو۔" دبے دبے لہجے میں سختی سے کہا۔ وہ حیرانگی سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔ ابھی تک پوزیشن کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ باقی سب بھی ساکت کھڑے تھے۔ اماں نے ایک بار پھر غصے سے اسے دیکھ کر اپنے چہرے کے تاثرات درست کرتے ہوئے مہمانوں کی طرف رخ موڑا۔

"آیئے ناں بھابی۔" لہجے میں گویا سارے جہان کا شہد گھل گیا تھا اس لمحے۔ جب مہمان اندر کی طرف بڑھے تو باقی سب کو بھی جیسے ہوش آ گیا۔

"بھابی لڑکی شوخ بھی ہے اور شرارتی بھی مجھے تو بے حد پسند آئی ہے۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی چھوٹی چچی نے کان میں کہا۔ تائی اماں نے مسکرا کر تائید کی اور اندر داخل ہوتی فاطمہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"سفینہ آپا تمہارے رشتے کے لیے آئی ہیں تائی اماں لوگ۔" سمیعہ نے ہمیشہ کی طرح سن گن لے کر بے تکے پن سے سفینہ سمیت سب کو گویا اطلاع فراہم کی تو نعیمہ کی بیٹی ندا کو کھانا کھلاتے ہوئے وہ رک سی گئی باقی سب بھی ٹھٹک کر بے حد تجسس سے سمیعہ کو دیکھنے لگیں۔ نعیمہ اور رفیعہ تو اندر تھیں باقی ربیعہ سمیت تقریباً سب کچن میں ہی تھیں۔

"لیکن جہاں تک میرا خیال ہے تائی اماں کے تو صرف ایک ہی بیٹے ہیں جن کی شادی بھی ہو چکی تھی اور بیوی شاید ہیپاٹائٹس کی وجہ سے چند ماہ پہلے فوت ہوئی تھیں اور باقی دونوں کی اولادیں بھی میرے خیال میں انگیج ہی ہیں۔" صبیحہ کی یادداشت ان سب میں بہت اچھی تھی۔

"ہو سکتا ہے تائی اماں اپنے بیٹے کے لیے ہی آئی ہوں۔" پلیٹ میں بسکٹ نکالتے ہوئے ربیعہ نے سفاکی سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ صبیحہ نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔ کیا وہ سفینہ کے خیالات سے واقف نہیں جو یہ بات کہہ رہی تھی ندا کو گود میں اٹھائے کچن سے نکلتی سفینہ نے صرف ایک نظر ربیعہ پر ڈال کر دیکھا اور خلاف توقع خاموشی سے باہر نکل گئی۔

"بجو آپ کو ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

چاہیے تھی۔" صبیحہ نے شکایتی انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"کیوں بھئی اس سے کیا فرق پڑتا ہے اس کی شادی تو ہونا ہی ہے آج یا کل جب بھی ہو اور پھر یہ لوگ تو اباکے دور پرے کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔" وہ خوبصورتی سے بات کو دوسرے معنی پہنانے لگیں۔

"لیکن سیکنڈ ہینڈ مرد سے نہیں۔" صبیحہ نے سختی سے اس کے پہلے خیال کی تردید کی اور چائے نکالتی ربیعہ نے محض شانے اچکانے پر اکتفا کیا تھا۔

"تم کیا جانو میں یہ سب خوشی سے کہہ رہی ہوں میں کب چاہتی ہوں کہ میری نٹ کھٹ سی بہن اتنی بڑی ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے اپنی بے فکری زندگی کو بھلا دے میں تو صرف تم لوگوں کو آنے والے وقت کے لیے تیار کر رہی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جو میں محض اپنے خیال کے طور پر بیان کر رہی ہوں اسے بہرحال حقیقت بننا ہی ہے۔" چائے اندر پہنچاتی ربیعہ نے دل کے درد کو اندر ہی دباتے ہوئے سوچا تھا۔

"اماں۔" کتنے پل اس کے منہ سے آواز نہیں نکلی اور جب بولی تو صرف یہی کہہ سکی اماں نے بے اختیار نظریں چرالیں۔

"تمہارے ابا کی بھی یہی خواہش ہے اور۔"

"اماں بس۔" اس نے اماں کو ٹوک دیا اور سر جھکا کر چوڑیاں اضطراری انداز میں گھمانے لگی۔ یہ اس کی شروع سے عادت تھی جب بھی پریشان ہوتی تو کلائیوں میں پہنی چوڑیاں گھمانے لگتی۔ قوس قزح کے رنگ کی کانچ کی چوڑیاں ہمیشہ اس کی کلائیوں میں ہوتی تھیں۔ کافی دیر کی تکلیف دہ خاموشی کے بعد اس نے سر اٹھا کر بڑے دکھ سے اماں سے پوچھا تھا۔

"اماں یہ بیٹیاں اتنی بوجھ ہیں۔ ماں باپ انہیں ایسے اتار پھینکتے ہیں۔" اماں نے بے اختیار امڈ آنے والے آنسوؤں کو بدقت اندر دھکیل کر محبت بھرے انداز میں اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"بیٹیاں بوجھ ہی نہیں ہوتی لیکن کوئی بھی والدین یہ نہیں چاہتے کہ بیٹیاں ناخوش رہیں تمہارا کیا خیال ہے کہ میں رفیعہ کے حالات سے مطمئن ہوں یا جہاں ربیعہ کی بات چل رہی ہے مجھے اس رشتہ پہ بہت خوشی ہے دیکھو بیٹا بعض اوقات ہمیں ایسے فیصلے کرنا پڑتے ہیں جن سے وقتی طور پر ہمیں تکلیف پہنچتی ہے لیکن یہ تکلیف اس آرام سے کم ہوتی ہے جو کہ بعد میں ملتا ہے مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن سلیم میاں کو ضرور احساس ہوگا اپنے رویے کا۔"

"جب آپی ان حالات کی اس قدر عادی ہو چکی ہوئی کہ کوئی بھی خوشگوار تبدیلی ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی ہوگی۔" اس نے تلخی سے اماں کی بات کاٹی۔ اماں نے ایک لمحہ کے لیے اسے دیکھا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔

"مایوسی گناہ ہے ہمیشہ اچھی امید رکھنا چاہیے اور دیکھنا میرا رب مجھے کبھی مایوس نہیں لوٹائے گا اپنے در سے اور جہاں تک ربیعہ کی بات ہے۔" انہوں نے گہرا سانس بھرا۔

"مجھے امید ہے وہ وہاں بہت خوش رہے گی بہت قدر ہوگی اس کی۔" سنیعہ نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

"اور تم تو دیکھنا میرے اس فیصلہ پر ابھی تو ناراض ہو رہی ہو لیکن ایک دن اتنی خوشیاں پاؤ گی کہ سنبھالی نہ جائیں گی یہ میں اپنی بات منوانے کے لیے نہیں کہہ رہی بلکہ میرے دل کا یقین ہے یہ مصطفیٰ بے حد سمجھدار اور اچھا لڑکا ہے اور تم بیٹا اس کا شادی شدہ ہونا خاطر میں شمار نہ کرنا جہاں آراء کو میری بچیوں کی تربیت پر بھروسہ ہے تبھی اس نے تمہیں منتخب کیا ہے۔" اماں کے لہجے میں

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

فخر تھا۔

"اور یہ بھروسہ اور اعتماد کچھ عرصہ پہلے کیوں نہ آیا تھا؟" اس نے چبھتے لہجے میں سوال کیا۔ اماں چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئیں۔ واقعی مقابل رفیعہ نہیں تھی جو ان کے دبنگ لہجے سے ڈر کر سر جھکا گئی تھی۔ یہاں تو دلیلوں اور سوالوں کا لامتناہی سلسلہ تھا۔

"منیبہ تمھیں بچوں سے محبت ہے ناں تو کیا تم یہ چاہو گی کہ چھ ماہ کی وہ بچی ماں کی محبت کو ترسے؟" اماں نے نفسیاتی طور پر اسے گھیرنا شروع کر دیا۔

"اسے یہ محبت کوئی اور بھی دے سکتا ہے جب بچی کو نئی گود سے آشنا کروانا ہی ہے تو وہ کوئی بھی ہو سکتی ہے اور یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں اس بچی کو ماں کا پیار اور محبت ہی دوں گی۔" اماں نے مسکراتے ہوئے اس کی دلیل کو سنا۔

"یہ میں گارنٹی دیتی ہوں۔" ان کے لہجے میں یقین تھا۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ یہاں شادی نہیں کروں گی۔" اس نے ازلی لہجے میں کہا۔

"بیٹا میرے ان جڑے ہاتھوں کا واسطہ ہے میں نے تو بہت مان سے ان سے ہاں کہہ دی ہے مجھے جھوٹا نہ کروانا۔" بالآخر اماں کا ضبط بھی ٹوٹ گیا اور بے اختیار ہاتھ جوڑ کر رو دیں تو وہ تڑپ اٹھی۔

"اماں۔" ان کے ہاتھوں پر سر رکھ کر وہ سسک دی۔ تقدیر کیسے لمحوں میں فیصلہ سنا کر دور کھڑی ہنستی رہتی ہے یہ آج معلوم ہوا تھا۔

"یار بھائی یہ اپنے ایس پی صاحب کب آئیں گے؟" وقاص پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ویک اینڈ پر ہی آئیں گے۔" وہ مینا کو چھینج کر رہی تھی اور اس نے خوب شور مچا رکھا تھا۔

"اور آپ کب جائیں گی حیدر آباد؟"

"میں ـــــ؟" اس کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی اگرچہ اپنی طرف سے وہ مطمئن تھی کہ وہ مصطفیٰ کی بالکل پرواہ نہیں کرے گی اور صرف مینا کو توجہ دے گی لیکن کبھی کبھی مصطفیٰ کے حوالے سے کوئی ایسی بات کہ میں اس سے کر دی جاتی تھی کہ وہ لاجواب ہو جاتی تھی۔ وقاص نے ایک لمحے میں اس سے چہرے کے بدلتے رنگ کو جانچ لیا اور خود کو اندر ہی اندر سرزنش کرتے ہوئے فوراً موضوع بدلا۔

"اچھا خیر چھوڑیں یہ بتائیں۔ آپ کا میری اور رباب کی ہونے والی منگنی کے متعلق کیا خیال ہے؟" وقاص اور رباب کی منگنی اگلے ہفتے ہونے والی تھی۔ خوب شرارتی اور پیاری سی چھوٹے چچا کی رباب جب کبھی وقاص کی کسی معنی خیز بات پہ شرماتی تو بے اختیار پیار آجاتا تھا۔

"رباب تو ٹھیک ہے البتہ تم۔" اس نے شرارتی نظروں سے وقاص کو دیکھا جو خاصے کڑے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"تم بس گزارا ہی ہو۔"

"بھابی آپ میری شاندار پرسنالٹی کی توہین کر رہی ہیں۔" اس نے احتجاج کیا تو وہ بے اختیار ہنسنے لگی اور وہ بچوں کی طرح منہ بسورنے لگا۔

"خیریت ہے کس بات پہ اتنا ہنسا جا رہا ہے اور یہ ہمارے منے کو کس نے مارا جو اس طرح منہ بنائے بیٹھے ہیں جیسے ابھی رو دیں گے۔" ایمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس کے پیچھے ہی سیرت اور حنا بھی تھیں۔

"یہ تم نے منا کسے کہا؟" وقاص کا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔

"ظاہر ہے کمرہ میں صرف ایک ہی منا ہے باقی سب تو منیاں ہیں۔" سیرت کے برجستہ جواب پہ وقاص سمیت سب کی مشترکہ ہنسی چھوٹ گئی۔

"بیٹا اب تو رہو گے ناں منگنی تک۔" بی بی

Scanned with CamScanner

جان نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے پوچھا۔

"جی بی بی جان۔"

"مصطفیٰ۔" جہاں آراء بی بی جان کے پورشن کی طرف اس کی تلاش میں آئی تھیں۔

"جی امی۔" وہ بی بی جان کی گود میں آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ تھکا تھکا سا صبح ہی کراچی پہنچا تھا اور بی بی جان کی طرف ہی تھا۔ صرف کھڑے کھڑے اپنے کمرے میں گیا تھا وہ بھی جہاں آراء کے بہت سمجھانے پر اور پھر حسب معمول بی بی جان والے پورشن میں آگیا تھا۔

نائمہ کی موت کے بعد وہ ملے گلے میں بھی کم حصہ لیا کرتا تھا۔ جتنا ہنگامہ خیز طبیعت شوخ و شرارتی ہوا کرتا تھا اب اتنا ہی خاموش، آزردہ اور بیزار سا رہتا تھا۔ بقول منجھلے چچا کی بیٹی صائمہ کے "مصطفیٰ پر تو شادی کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ لگتا ہے یہ خود شادی پر اثر انداز ہو گیا ہے۔"

"بیٹا کیوں تنہا تنہا رہتے ہو کھلا ملا کرو سب سے ماشاء اللہ سے تمہاری بیوی بھی ہے اب اس کا خیال رکھا کرو تم تو مینا کی طرف سے بھی لاپرواہ ہو گئے ہو۔" جہاں آراء نے پیار بھرے لہجے میں سرزنش کی۔ وہ چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا۔

"سعد نے بازار جانا ہے اٹھو اور لے کر جاؤ اس کو۔" انہوں نے حکم صادر کیا۔

"اور کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے تم ہی لے کر جاؤ گے اسے۔" انہوں نے اسے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتے دیکھ کر فوراً کہا۔

"اٹھ جاؤ بیٹا۔" بی بی جان نے بھی کہا تو وہ بیزار سا اٹھ کر چلا آیا۔

اپنے پورشن کی طرف آیا تو سب وہاں پر محفل جمائے بیٹھے تھے۔ لڑکیاں گانے گا رہی تھیں اور لڑکے مسلسل ان کے گانوں پر فقرے چست کر رہے تھے۔ سعد درمیان میں گود میں مینا کو بٹھائے ان کے فقروں کے برجستہ جواب دے رہی تھی۔ سب نے مڑ کر دیکھا۔

"وہ آئیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت۔" نبیل نے شرارت سے کہا۔

"آ جاؤ یار۔" عمران بھائی نے بھی اسے پکارا۔ وہ بھی آج سب کے درمیان موجود تھے۔

"آ جائیں ناں بھائی۔" ایمان نے بھی محبت سے بھائی کی طرف دیکھا۔ کتنے عرصے کے بعد وہ سب کے درمیان اس طرح تھا ورنہ تو کوئی بھی فنکشن ہوتا وہ غائب ہی ہوتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا سعد اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"چلیں۔"

"کہاں؟" سوال ادھورا تھا تو جواب بھی ویسا ہی موصول ہوا۔

"وہیں جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔" جمال نے فوراً کہا تو سب کے مشترکہ قہقہے ان دونوں کو خجل کر گئے۔

"بازار جانا تھا شاید آپ کو۔" اس دفعہ دھیمے لہجے میں کہا۔

"جی میں ذرا مینا کو چینج کروا دوں۔" ہمیشہ کی طرح اس کے سامنے آ جانے پر کچھ دیر پہلے کی شوخی کی جگہ لہجے میں سنجیدگی نے لے لی تھی۔

"کتنے اچھے لگ رہے ناں دونوں یوں کھڑے ہوئے۔" سمیرا بھابی نے جھٹ پاس بیٹھے شوہر سے کہا تو عرفان بھائی نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔ دونوں باہر نکل گئے تو وہ سب دوبارہ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

"ابھی کتنی شاپنگ باقی ہے؟" وہ خاصا اکتا گیا تھا حالانکہ ابھی انہیں آئے ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا لیکن سعد کا ایک دوکان سے نکل کر دوسری میں گھس جانے سے خاصا بیزار تھا اس نے ابھی تک اپنے لیے کچھ نہیں خریدا تھا مسلسل مینا کی شاپنگ میں مصروف تھی۔ اس کے مقابلے میں نائمہ کی شاپنگ ہمیشہ اپنے کپڑوں اور جیولری کی

Scanned with CamScanner

ہوتی تھی۔ ہزاروں روپے وہ شاپنگ پر خرچ کر دیتی تھی اور گھنٹوں تک بازار میں مصطفیٰ کو لیے پھرتی رہتی تھی اور یہ اس نے ایسے ہی نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو ایک ہاتھ میں مینا کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے کپڑوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔

آج کل کون پرائی اولاد کو یوں سنبھالتا ہے وہ جانتا تھا کہ یہ کوئی افسانہ یا فلم نہیں تھی اس کی زندگی تھی جہاں پر وہ اسے ہیروئن کا درجہ دے کر اس کی قربانیوں اور ایثار کو اس کی نرم دلی میں شمار کرتا۔ لیکن گھر میں تو سب اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ مینا سنیعہ سے بہت اٹیچ ہو گئی ہے۔

وہ کھڑا یونہی اوٹ پٹانگ سوچوں میں گم رہا۔

"چلیں۔" وہ اس کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں ------؟" چونک کر اسی کے انداز میں پوچھا تو سنیعہ کے ہونٹوں پر بے اختیار شرارتی مسکراہٹ دوڑ گئی اور وہ خجل سا ہو کر دوکان سے باہر نکل آیا۔

"اف میں کیسے جاؤں گی ہال میں مجھ سے تو چلا بھی نہیں جا رہا۔" وہ بری طرح لہنگے میں الجھی ہوئی تھی۔ مینا کو میرا بھابی لے گئی تھیں۔

"گود میں اٹھا کر لے جاؤں؟"

"ایں۔" غیر متوقع جملہ پر چونک کر سر اوپر اٹھایا۔ آیا وہ مذاق کر رہا تھا یا حسب عادت طنز کیا جا رہا تھا لیکن وہ اپنی بات کہہ کر پلٹ چکا تھا۔

"سنیعہ کتنی دیر ہے تمہیں؟" لڑکیاں اسے بہت کم بھابی کہا کرتی تھیں۔ اب بھی ربیعہ نے آ کر اس سے پوچھا۔

"بس تیار ہوں میں۔" اس نے لہنگے کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ لائٹ پنک لہنگا اس کی رنگت سے میچ کرتا ہوا اسے خاصا دلکش بنا رہا تھا۔ بی بی جان کے کہنے پر پہننا پڑا تھا۔ ورنہ ارادہ کوئی ہلکا پھلکا سا سوٹ پہننے کا تھا۔

ہال میں داخل ہوئی تو کئی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ خاصی نروس سی گرتی پڑتی آگے بڑھ رہی تھی۔ شاید پاؤں غلط رکھا گیا تھا۔ یا پھر کسی نے بہت گہری نظر سے اس کا جائزہ لیا تھا کہ وہ دھڑام سے نیچے تھی۔ مارے خفت کے اس کا رنگ سرخ ہو گیا۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس طرف نسبتاً اندھیرا تھا اور لوگ بھی متوجہ نہیں تھے لیکن اس کی خجالت کی وجہ لوگ نہ تھے بلکہ مقابل شخصیت بھی جس کے قدموں میں وہ گری ہوئی تھی۔ مصطفیٰ نے بمشکل ہونٹوں تک آئی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔

"اٹھیں بھی اب یا پھر رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے؟" وہ ابھی تک سر جھکائے خجل سی بیٹھی تھی۔ مصطفیٰ نے چند لمحوں تک اس کے جھکے سر کو دیکھا اور پھر جھک کر اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا دیا۔ سنیعہ نے پہلی دفعہ عجیب سی جھجک محسوس کی اور آہستگی سے ہاتھ چھڑوا کر آگے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں پر مسلسل اس کے نام کی پکار جاری تھی۔

"بھائی نائمہ بھابی سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی دیوانگی کا یہ حال تھا کہ صرف بی ایس سی کی تھی انہوں نے اور نائمہ کے ساتھ شادی کا شوشہ چھوڑ دیا۔ سب حیران تھے لیکن وہ بضد رہے اور یوں وہ ہماری فیملی میں بننے والے کم عمر ترین دولہا تھے یہ تو شادی کے بعد انہوں نے ایم ایس سی کی اور پھر سی ایس ایس کا ایگزام دیا تھا۔" میرب اسے بتا رہی تھی کل حیدر آباد جانا تھا اور پیکنگ وغیرہ کرتے ہوئے پر البم اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

"اور کون؟" اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا جہاں مصطفیٰ کے ساتھ بے حد خوبصورت سی نائمہ کھڑی تھی اور دونوں کے دائیں بائیں لڑکے کھڑے تھے پیچھے سمندر میں ڈوبتے سورج کا خوبصورت سا منظر بھی عکس تھا۔

Scanned with CamScanner

"دراصل مصطفیٰ بھائی شروع سے ہی بہت چلبلی اور شوخ طبیعت کے مالک تھے حتیٰ کہ باباجان بھی ان کی شرارتوں سے محفوظ نہیں رہتے تھے پھر انہیں بیوی ملی تو وہ بھی ایسی ہی تھیں لاپرواہ اور چنچل سی اگرچہ ان کی عادتوں سے بعض اوقات امی بھی عاجز آجاتی تھیں لیکن پھر بھی برداشت کرنا پڑتا تھا سب کزنز اگرچہ آپس میں فرینک ہیں لیکن لڑکیوں کے لیے ایک حد مقرر ہے گردیزی ہاؤس میں اور اس حد سے کبھی بھی کسی نے نکلنے کی کوشش نہیں کی لیکن نائمہ بھابی بعض اوقات اس پابندی کو موڑ جایا کرتی تھیں۔ بھائی کے دوستوں میں کھلے عام گھومتی پھرتی تھیں۔ پکنک کے پروگرامز میں بھی وہ آگے ہوتی تھیں اور یہ تصویریں اسی وقت کی ہیں یہ سب مصطفیٰ بھائی کے دوست ہیں۔"

اسی وقت ہی چھوٹی چچی اور منجھلی چچی کے ساتھ مصطفیٰ اندر داخل ہوا تھا۔ سیرت نے البم بند کر کے ایک طرف رکھ دی تھی لیکن وہ اپنی توجہ اس کی طرف سے نہ ہٹا سکی تھی۔

"بھابی مینا رو رہی ہے۔" سیماب کی پکار پر وہ باہر کی طرف لپکی تھی۔ چچی اور چھوٹی چچی جنہیں سب آپا کہتے تھے تائی اماں سے باتوں میں مصروف ہو گئیں۔ مصطفیٰ اندر کمرے میں چلا گیا۔

"ویسے بھابی رشید بھائی کی یہ بہو تو ہیرا ہے آپ تو خوش قسمت ہیں جنہیں اتنی سگھڑ، فرمانبردار بہو ملی ہے۔" آپا نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ تائی اماں ہولے سے مسکرا دیں۔ واقعی یہ سچ تھا سیرت نے انہیں کبھی بھی مایوس نہیں کیا تھا۔ شوہر کی توجہ نہ ملنے کے باوجود وہ سب سے ایسے ہی گھلی ملی ہوئی تھی کہ ایسا لگتا تھا جیسے صدیوں سے یہاں رہتی آرہی ہو۔

"سینہ بند مرد کے جذبات تو پہلے ہی سرد ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں جذبات کی چنگاری کا ہلکا سا ذرہ بھی نہیں ہوتا جو وہ دوسروں کو دے سکیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ جب وہ پہلے ہی اپنے جذبات کسی پہ لٹا چکے ہوتے ہیں تو دوسری شادی کر کے ایک کنواری، نوخیز جذبات والی لڑکی کو کیوں امتحان میں ڈالتے ہیں۔" باہر برستی چھم چھم بارش میں اسے اپنی ہی آواز کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ اپنے گروپ کے سامنے بولتے ہوئے اس کا چہرہ سرخ پڑ جاتا تھا اس موضوع پر۔

"یہ تم آخر شادی شدہ، رنڈوے مردوں کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو۔ تمہاری گفتگو کا ہر موضوع ان سے شروع ہو کر انہی پہ ختم ہوتا ہے۔" عالیہ بھی کبھار بہت چڑ جاتی تھی اور وہ اس کی بات سن کر چونک گئی۔ واقعی وہ کسی نہ کسی طرح ان مردوں کی تذلیل کا پہلو نکال ہی لیتی تھی۔ شاید اپنے حالات اور اردگرد کے ماحول کا ردعمل وہ یوں ہی ظاہر کرنا چاہتی تھی اور یہ بات وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی کہ اتفاقات وہ بھی ایک جیسے آخر اس کی زندگی میں ہی کیوں وقوع پذیر ہوئے تھے۔

پہلے سب سے چھوٹی اور پیاری پھپھو شبو کی شادی رحیم علی سے ہوئی جو اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے چکے تھے اور پھپھو ساری عمر ان کی شک کی آگ میں جلتی اور ظلم سہتی ان کی ایک پیار بھری نظر کی امید لیے زندگی سے ناطہ توڑ گئیں۔ پھر رفیعہ آپی کے بھی کم و بیش یہی حالات تھے اسے رنڈوے یا طلاق دینے والے مردوں سے کوئی ازلی بیر نہیں تھا یہ تو صرف حالات نے اس کے دل و دماغ میں ان کے خلاف نفرت اور غصہ بھر دیا تھا۔ ہمیں تکلیف کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہمیں خود اس کی اذیت برداشت کرنا پڑتی ہے یا پھر ہمارے پیاروں کو وہ تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور اس کے ساتھ دوسرے والا معاملہ تھا۔ اس کا تجربہ تو نہیں البتہ تجزیہ اسے وقت سے پہلے اس اذیت کا احساس دلا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

"منیزہ انسان جس چیز سے سخت نفرت کا اظہار کرے بعض اوقات اسے وہی چیز برداشت کرنا پڑتی ہے کیونکہ بعض اوقات ہم نفرت کے اظہار میں ایسے الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے پلیز جذبات میں آ کر اتنے برے طریقے سے بچی کی تحقیر نہ کیا کرو۔" ایک دفعہ رفیعہ آپی کی ساس نے حسب عادت منہ ماری کر کے وہ گھر آئی تو ربیعہ نے پاس بٹھا کر رسانیت سے اسے سمجھانا چاہا تھا اور وہ ناگواری سے سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

بادل زور سے گرجا تو اس کی سوچوں کے تانے بانے بھی بکھر گئے۔ مینا بھی ڈر کر اٹھ گئی تھی اور رونے لگی تھی۔ منیزہ نے اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا تو وہ پرسکون ہو گئی۔ اس کی گود سے وہ آہستہ آہستہ آشنا ہو رہی تھی۔ اب تو مصطفیٰ کو بھی لفٹ نہیں کراتی تھی۔ جونہی منیزہ سامنے آ جاتی اس کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگتی اور منیزہ وہ تو پہلی دفعہ ہی اس پیاری سی بڑی بڑی کالی آنکھوں اور پھولے گالوں والی منینہ مصطفیٰ پر فدا ہو گئی تھی۔

بچوں میں تو شروع سے ہی اس کی جان تھی۔ آپی وغیرہ بھی جب اماں کی طرف آتیں تو بچے اس کے حوالے کر کے بے فکر ہو جاتی تھیں اور وہ بھی سب کی اماں بنی ان کا بے حد خیال رکھتی اور شاید مصطفیٰ بھی اس کی محبت دیکھ کر بچی سے لاپرواہ ہو گیا تھا۔ صبح کا گیا شام کو آتا تھا اور پھر کلب چلا جاتا اور آدھی رات کو واپس آتا۔ پتا نہیں وہ خود سے فرار چاہتا تھا یا پھر اس سے اور اپنی بچی سے یہ تو بہرحال سچ تھا کہ جتنا وقت بچی کے پاس رہتا اپنی تمام محبتیں اس پر لٹا دیتا تھا لیکن اگر غافل ہوتا تو ہفتے گزر جاتے اور وہ بیڈ روم میں آنا تک بھول جاتا اور یاددہانی کرواتا تو منیزہ رشید کے اصولوں میں کبھی بھی شامل نہ رہا تھا۔ کچھ تو وہ خود مصطفیٰ گردیزی کی طرف ملتفت نہیں تھی اور پھر مصطفیٰ کا سرد رویہ بھی بیچ کی دیوار مزید بلند کرنے میں مددگار ثابت ہوا تھا۔

"دو سال کی رفاقت کم نہیں ہوتی مصطفیٰ گردیزی اور وہ بھی اس صورت میں جب اس رفاقت میں اپنی پسند اور محبت شامل ہو تو یہ پوری زندگی کے لیے سرمایہ بن جاتی ہے۔" روزانہ کی طرح آج بھی سائیڈ ٹیبل پر پڑی ہوئی نائمہ اور مصطفیٰ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے وہ فرد جرم عائد کر کے بظاہر پرسکون ہو گئی۔

مینا شاید دوبارہ ہو گئی تھی اس نے احتیاط سے اسے کاٹ میں ڈالا شیشوں کے پار نظر دوڑائی باہر ابھی تک بارش ہو رہی تھی۔ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی اور مصطفیٰ کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کبھی کبھی تو اسے مصطفیٰ پر بھی ترس آنے لگتا تھا بیچارہ اپنی محبوب بیوی کی یادوں کو کم کرنے کے لیے کتنا بھٹکتا تھا۔ سارا دن آفس میں مصروف رہتا اور شام کے وقت بھی خود کو مصروف رکھنے کے ہزار جتن کرتا تھا۔ اکثر تو رات میں پیرونگ پر ہی ہوتا تھا لیکن منیزہ جانتی تھی کہ جتنا بھی خود کو مصروف رکھ لے نائمہ کو بھلانے کی کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ چہرے پر موجود اضطراب' بے چینی اور تھکاوٹ اس کے اندرونی خلفشار کا راز کھول دیتے تھے۔

وہ سونے کی کوشش کر رہی تھی جب باہر کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر کے بعد بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور تھکے قدموں سے بھیگا ہوا مصطفیٰ اندر داخل ہوا۔ وارڈروب سے کپڑے نکالے اور باتھ روم میں گھس گیا۔ مینا پھر اٹھ گئی تھی۔ آج جانے کیوں وہ اتنی بے چین ہو رہی تھی۔ منیزہ نے اسے اٹھا کر بیڈ پہ اپنے پاس لٹا لیا اور ہولے ہولے تھپکنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد مصطفیٰ باتھ روم سے نکلا اور گیلے بالوں کو رگڑتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا۔ تولیہ صوفے پر پھینکا اور اوندھے منہ بیڈ پر گر گیا۔

"لائٹ آف کر دو پلیز۔" تکیوں میں منہ دیئے

Scanned with CamScanner

وہ بولا تو بھنا کر رہ گئی۔ خود نہیں بند کر سکتا تھا جبکہ وہ دیکھ بھی چکا تھا کہ مینا اس سے لپٹی سو رہی ہے لیکن نہ جی آفس میں حکم چلا چلا کر شاید عادت خاصا پختہ ہو گئی تھی جلنے کڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ آہستہ سے مینا کو لٹا کر سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کچن میں مینا کے لیے دودھ گرم کر رہی تھی۔ خانساماں چھٹی لے کر اپنے گاؤں گیا تھا۔ اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے مصطفیٰ بھی گھر پہ تھا اور مینا اس کے پاس تھی۔ اچانک تپش کا احساس ہوا تو پلٹ کر دیکھا۔ خوف سے رنگت زرد پڑ گئی۔

"اماں۔" بے اختیار منہ سے چیخ برآمد ہوئی اور پھر چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دہشت کی وجہ سے کوئی بات بھی ذہن میں نہیں آ رہی تھی چوکیدار بھی شاید گیٹ سے باہر تھا۔ مصطفیٰ اماں، اماں کی پکار اور چیخوں کو سن کر مینا کو چھوڑ کر کچن میں آیا۔ دیکھا تو منیزہ کا دوپٹہ بری طرح آگ کی لپیٹ میں تھا اور وہ آنکھیں بند کیے مسلسل چلا رہی تھی۔

اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر دوپٹہ اس کے شانوں سے کھینچا اور اسے اپنے جوتوں تلے مسل ڈالا۔ مصطفیٰ کو سامنے دیکھ کر وہ بلک اٹھی تھی اور اس کے سینے پر سر ٹکا کر بے اختیار رو دی۔ وہ چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے گھبرانے والی نہیں تھی۔ لیکن آج جس طرح وہ بال بال بچی تھی اس خوف سے اسے خود پر ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

"ریلیکس کچھ نہیں ہوا۔" مصطفیٰ نے ہولے سے اس کے سر کو تھپتھپایا اور اسے خود سے الگ کیا۔ وہ آنکھوں کو ہاتھ سے رگڑتی ہوئی خجالت سے سرخ پڑتے چہرے سمیت جھک کر فیڈر اٹھانے لگی۔ وہ بھی باہر نکل گیا۔

"یہ چائے۔" تھوڑی دیر کے بعد وہ چائے سمیت حاضر تھی۔ مصطفیٰ نے بغور اسے دیکھا وہ خود پر کافی حد تک قابو پا چکی تھی۔ اب مینا کو دودھ پلا رہی تھی۔

"اگلے ہفتے امی آ رہی ہیں۔" چائے پیتے ہوئے مصطفیٰ سرسری انداز میں بتایا۔

"اچھا اور کون کون آ رہا ہے؟" لہجے میں حد سے زیادہ اشتیاق سمٹ آیا تھا۔

"ابھی کنفرم نہیں ہے۔" جواب دے کر دوبارہ چائے اور ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

منیزہ بی بی اور تائی اماں کی آمد کا سن کر خوش ہونے لگی وہ بھی کیا کرتی سارا دن گھر میں ادھر سے ادھر پھرتے ہوئے گزر جاتا تھا۔ صبح کے وقت کام والی ماسی آتی تو پورے محلے کی خبریں سناتے ہوئے کام کرتی رہتی تھی۔ اس طرح تھوڑا وقت گزر جاتا تھا یا پھر سامنے والے گھر سے کبھی کبھی مسز اکرم آ جاتیں۔ ایک پل بھی خاموش رہنا ان کے بس میں نہ تھا مسلسل بولے جاتیں۔

شادی کو دس سال گزر چکے تھے لیکن میاں بیوی کا پیار مثالی تھا صرف ایک ہی بیٹا جنید تھا کافی شرارتی سا ان کے علاوہ اور کسی سے اس کا ملنا جلنا نہیں تھا فون کی بیل بجی تو وہ سننے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی مینا کو مصطفیٰ نے اپنی گود میں لے لیا تھا۔

"خالہ کا فون تھا میرا رزلٹ آ گیا ہے اور فرسٹ ڈویژن ہے میری۔" خوشی اور جوش سے اس کے قریب آ کر کہا۔

"اچھا مبارک ہو۔" بے تاثر لہجے میں کہی گئی بات اسے چونکا گئی۔

"اوہ وہ بھی کتنی پاگل تھی بھلا اسے اس کی ذات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہ اسے خوش خبریاں سناتی پھر رہی تھی۔"

"اسے مجھے دے دیں سونے کا ٹائم ہو رہا ہے اس کا۔" آہستگی سے آنکھیں مسلتی مینا کو جھک کر لیا۔ اس نے ایک نظر اسے دیکھا کچھ دیر پہلے چہرے پر جو چمک تھی اور وہ ماند پڑ گئی تھی۔ وہ نادم

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

سا ہو گیا کیا ہو جاتا اگر وہ بھی اس کی خوشی میں اسی طرح گرمجوشی کا مظاہرہ کر دیتا لیکن دل کے ہاتھوں وہ اکثر مجبور ہو جاتا تھا۔

"اماں۔" عفیفہ نے اماں کا گھٹنا ہلا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے عینک کے اوپر سے اسے دیکھا۔

"اماں آپا یاد آ رہی ہیں کتنے دن ہو گئے ہیں ان سے ملے ہوئے۔"

"ہاں اماں واقعی سعدیہ کا نہ تو کوئی فون آیا اور نہ ہی وہ خود آئی ہے۔" ربیعہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"لو بھلا روز روز آنا جانا آسان ہے کیا۔ اب ایک دفعہ ہی بلاؤں گی اسے تمہاری شادی پر۔"

اماں نے کروشیے کی بیل ایک طرف رکھ کر ربیعہ سے کہا۔ جس کی شادی کی تاریخ مقرر ہونے والی تھی۔ شادی کے ذکر پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا اس کے چہرے پر صبیحہ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھے بغور ربیعہ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ارے اماں ان کا آنا کون سا مشکل ہے آخر اتنے بڑے گھرانے کی بہو اور ایس پی کی بیوی ہیں وہ۔"

"چاہیں تو وہ روز ہی چکر لگا لیا کریں۔" عفیفہ کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ اب تو نعیمہ اور نیلما بھی اپنا ہوم ورک چھوڑ کر پاس آ بیٹھی تھیں۔ نعیمہ تو سخت اداس تھی اپنی پیاری آپا کے بغیر۔ اگرچہ سب بہت پیار کرتے تھے لیکن سعدیہ کی بات ہی کچھ اور تھی نت نئی شرارتیں الٹے سیدھے کام کرنے میں وہ برابر کی شریک ہوتی تھی کبھی گڑیا کی شادی ہوتی اور کبھی ساتھ والے خواجہ صاحب کے گھر سے چوری چھپے بیریاں توڑی جاتیں اور اماں سے چھپ کر کمرے میں خوب مرچ مسالہ لگا کر کھائی جاتیں۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے کہ سعدیہ کو اتنا اچھا گھر مل گیا۔ خدا کرے تم سب کے بھی نصیب ایسے ہی ہوں۔" انہوں نے پانچوں بیٹیوں کو نظر بھر کے دیکھا۔ تقریباً سب ہی ایک جیسی لگتی تھیں اور یہی فکر انہیں دن رات ستائے جا رہی تھی۔

"اماں ہم لوگ چلیں آپا کی طرف" نیلما نے جھٹ فرمائش کی۔

"ہاں جانا تو جیسے آسان ہے ناں پاؤں کی بلیں لگی ہوئی ہیں جو چل پڑیں۔" اماں کے کہنے پر صبیحہ اور ربیعہ کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔ انہوں نے پہلے تو ہنسنے پر گھورا پھر خود بھی مسکرا دیں۔

"السلام علیکم بھابھو جی۔" گھر میں داخل ہوتے ہی وقاص نے زوردار سلام جھاڑا۔ وہ خوشدلی سے اس کے سلام کا جواب دیتی سمیرا بھابی کے گلے لگ گئی۔ پھر تائی اماں سے پیار لے کر دعا اور ثنا سے بھی سلام دعا کر کے انہیں اندر لے آئی۔

"واہ اب لگ رہا ہے ناں یہ گھر ہے پہلے تو صرف مکان تھا۔" ثنا نے گھڑے گھڑے ادھر ادھر سر گھما کر صاف ستھرے لاؤنج کو دیکھتے ہوئے اپنی رائے بہ آواز بلند نشر کی۔

"واقعی۔" سمیرا بھابی نے بھی تو صیفی نظروں سے اسے دیکھا اور وہ ان کی تعریف پہ جھینپ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا فرمایا جا رہا تھا۔" مصطفیٰ سامان وغیرہ نکلوا کر ابھی داخل ہوا تھا لاؤنج میں ثنا نے ریمارکس سن کر پیچھے سے اس کی چٹیا کھینچی سب نے اس کے سنجیدہ رویے کی بجائے اس خوشگوار تبدیلی کو محسوس کیا تھا۔ دعا آپی اور سمیرا بھابی نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں مسکرا کر دیکھا۔

"میں تو یہ کہہ رہی تھی بھائی کہ آپ کا گھر

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

بہت خوبصورت' بہت اچھا اور بہترین ہے۔" اس نے گڑبڑا کر فوراً "بہت" کی گردان کی تو سب کھلکھلا کر ہنس دیے۔

"بھائی آپ کا بیڈ روم کتنا رومانٹک ہے۔" ثنا نے حسب عادت تجسس سے ہلکے آسمانی رنگ کی کلر اسکیم اور اسی میچنگ کے فرنیچر اور دوسری چیزوں کو دیکھتے ہوئے تعریف کی۔

"واقعی اس کمرے میں آنے والے کا تو خود بخود رومانس کرنے کو دل چاہتا ہے۔" دعا نے بھی کہا۔

"آپی کہیں تو عمران بھائی کو بلوا دیں۔" ثنا کے شرارتی انداز میں کہی گئی بات پہلے تو دعا آپی کے پلے نہیں پڑی اور جب سمجھ میں آئی تو لال ٹماٹر چہرہ لیے اس پہ پل پڑیں۔ منیزہ اور سمیرا بھابی کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔

"سوچ رہا ہوں کس سے پوچھوں اس لڑکی کا نام۔" نبیل کی گود میں سر رکھے جمال مسلسل یہی گنگناتے جا رہا تھا۔

"ارے بھائی اس کے ابا سے ہی پوچھ لو کم از کم ہماری جان تو نہ کھاؤ۔" پاس ہی کتاب پڑھتی شذرا نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر پوچھ لوں بڑے ماموں سے۔" جمال نے ایکدم اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"ہیں۔" وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ اس کی گہری کچھ بولتی نظروں سے گھبرا کر پلکوں کی جھالر گرائی اور وہاں موجود سب لوگ اس بے ساختہ اظہار پر قہقہے لگا بیٹھے اور وہ روہانسی ہو کر رباب کے کندھے میں چہرہ چھپا گئی۔

"چلو جی یہ بھی کام سے لگ گئے ارے بھائیو کچھ میری بھی امداد کرو۔" قاسم نے سب کی توجہ دہائی دیتے ہوئے اپنی طرف مبذول کروائی۔

"ہم اس معاملے میں قطعی بے بس ہیں بیٹا آپ فوری طور پر منیزہ بھابی سے رابطہ کریں۔" عفت نے خاص بزرگانہ انداز میں ہدایت کی۔ انجینئرنگ فائنل کا قاسم اسحاق کریزی مصطفیٰ کی شادی پہ سمیعہ پہ بری طرح فدا ہو گیا تھا اور وہ جلد از جلد اپنے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈالنا چاہتا تھا۔

"یعنی تم لوگ میری کوئی مدد نہیں کرو گے۔" اس نے سخت تیوروں سے لاؤنج میں موجود سب لوگوں کی طرف دیکھا۔

"ہم لوگ بے بس ہیں پیارے بھائی۔" عفت نے پھر بھائی کو ہری جھنڈی دکھائی تو وہ تلملا کر رہ گیا۔ گویا اسے خود ہی بابا جان اور بی بی جان تک بات پہنچانی تھی۔

گاڑی اندر لے جاتے ہوئے مصطفیٰ کی نظر لان کی طرف اٹھ گئی۔ ثنا اور منیزہ شاید کیریاں کھانے میں مصروف تھیں کیونکہ سرخ ناک اور آنکھوں سے بہتا پانی اسی طرف نشاندہی کر رہا تھا۔ کبھی کبھار وہ اس لڑکی کی عادتوں سے عاجز آ جاتا تھا بالکل لاپرواہ سی کبھی ارد گرد کے بچوں کو اکٹھا کر کے کھیل میں مصروف پائی جاتی اور جب کبھی اپنی ہم عمر لڑکی مل جاتی تو اس سے مل کر اسی طرح اوٹ پٹانگ کام کرتی جو اب کر رہی تھی اسے سخت نفرت تھی اس قسم کی اچھل کود سے مگر ادھر سے پرواہ تھی چیونگم چباتی سارا دن بے فکری سے ادھر ادھر پھرتی رہتی ابھی کل کی بات تھی چھٹی تھی اسی لیے مصطفیٰ گھر پر تھا وہ حسب عادت اونچی آواز میں اوپر کھڑی نیچے کام کرتی جیراں کو ہدایات نشر کرنے میں مصروف تھی۔

"بیٹا ایسے بات نہیں کرتے تمہیں جو کہنا ہے نیچے جا کر اس سے کہو۔" پیچھے سے تائی امی نے آ کر ٹوکا۔

"تائی امی وہ۔" وہ وجہ بیان کرنے کے لیے پلٹی تو پیچھے کھڑے مصطفیٰ کو اپنی طرف ناگواری سے دیکھتا پا کر خاموش ہو گئی۔

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

"سوری۔" سر جھکا کر کہا اور زینے کی طرف بڑھ گئی۔ کبھی اتنی ذمہ دار بن جاتی کہ خانساماں تک کی شامت آجاتی۔

"روٹی ایسے بیلتے ہیں؟" ایک دن عبدالرزاق کے سر پر کھڑی وہ اسے روٹی بنانے کا طریقہ سمجھا رہی تھی۔ واقعی اس کے ہاتھ کے بنے پھلکے لاجواب تھے۔ مصطفیٰ نے تعریف صرف دل تک محدود رکھی اور مینا کے معاملے میں تو اس کی نہ ہی کوئی کوتاہی یا لاپروائی مصطفیٰ نے نہیں دیکھی تھی۔ بڑے احسن طریقے سے وہ یہ ذمہ دار سنبھالتے ہوئے۔

"سنیعہ باجی مینا بیڈ سے گر گئی ہے اور اب بڑی بی بی سے بھی چپ نہیں ہو رہی۔" جیراں نے اونچی آواز میں پیغام نشر کیا اور مزے کی چٹخارے لیتی۔ سنیعہ چونکی اور گھبرا کر اندر بڑھی۔ اتنی دیر میں مصطفیٰ بھی لاونج میں پہنچ چکا تھا۔ جیراں فرش پر پوچا لگا رہی تھی۔ گیلے فرش کی وجہ سے وہ جو تقریباً دوڑتی ہوئی اندر آئی تھی اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور پھسلتے ہوئے دھڑام سے نیچے آ رہی۔ مصطفیٰ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ہنسی کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ہنستے ہوئے وہ کس قدر اچھا لگ رہا تھا۔

"جو لوگ کبھی کبھار کھل کر ہنستے ہیں ان کے چہرے کا ایک ایک نقش ساتھ مسکراتا ہے۔ ہم جیسے ہر وقت قہقہے لگانے والوں کے چہرے پر تو پھٹکار رہی برستی ہے۔" کبھی کا اپنا کہا ہوا جملہ یاد آیا تھا۔ اس کے محویت سے دیکھنے پر مصطفیٰ کی ہنسی کو بریک لگ گئی تو وہ بھی سر جھٹک کر اٹھنے لگی۔ دروازہ پر کھڑی ثنا اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے کی مضحکہ خیز پچویشن کا سوچ کر وہ جھینپ گئی۔ یہ دوسری دفعہ تھا کہ وہ مصطفیٰ کے سامنے یوں سجدہ ریز ہوئی تھی۔ جیراں کو حسب توفیق ڈانٹ سے نواز کر لنگڑاتی ہوئی کمرے میں چلی آئی جہاں پر مینا کی چیخ و پکار ابھی تک جاری تھی۔

....

"آپ اکیلی کہیں نہیں جایا کریں گی۔" اس دن مسز اکرم کے ساتھ وہ بازار گئی تھی کچھ ضروری چیزیں لینا تھیں جب وہ شام میں تحکم بھری سرد آواز میں کہہ دیا تھا۔ ثناء' میرا بھائی' دعا آپی اور وقاص ایک دن پہلے ہی کراچی واپس چلے گئے تھے۔ تائی امی کو اس نے بے حد اصرار کے بعد روک لیا تھا۔ وہ گھر پر ہی تھیں تو وہ انہیں بتا کر مسز اکرم کے ساتھ چلی گئی۔ وہ وجہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنی بات کہہ کر باتھ روم میں جا چکا تھا۔

"آپ اکیلی نہیں جایا کریں گی اونہہ۔" منہ بنا کر اس کی نقل اتاری۔

"لگتا ہے موصوف بات کرنے سے پہلے ڈھیروں برف چباتے ہیں۔" جلتے بھنتے ہوئے چیونگم کا ریپر اتار کر اسے یوں چبانے لگی جیسے دانتوں تلے مصطفیٰ کردیزی آگیا ہو۔

"میں اماں کے پاس کچھ دن کے لیے جانا چاہتی ہوں۔" شام کو جب مصطفیٰ مینا کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ بازو میں چوڑیاں گھماتے ہوئے نہ جانے اجازت مانگ رہی تھی یا اطلاع دے رہی تھی بولی۔ مصطفیٰ نے ایک نظر چوڑیوں سے سجی کلائی پر ڈالی۔ اس کی کلائی کبھی بھی سونی نہیں دیکھی تھی حالانکہ وہ بہت اچھا آبزرور نہیں تھا اس کے معاملے میں لیکن جب بھی وہ کمرے میں ہوتی تو دھیمی سی جھنکار اس کی موجودگی کا پتا دیتی تھی۔

"امی کے ساتھ جائیں گی یا پھر؟" ادھورا فقرہ چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تائی اماں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" جھٹ جواب دیا۔ دراصل لاہور میں تائی اماں کی بہن رہتی تھیں جو آج کل بیمار تھیں اس لیے ان کا ارادہ یہاں سے لاہور ان کی عیادت کرنے کے

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

لے جانے کا تھا۔ سنیعہ نے بھی ان کے ساتھ جانے کا پروگرام بنالیا۔ صبیحہ، رجیہ وغیرہ یاد بھی تو بہت آ رہی تھیں۔ انہیں دیکھے ہوئے کتنے دن ہوگئے تھے۔ وہ انگلیوں پہ گنتی ہوئی باہر نکل گئی اور مصطفیٰ دوبارہ کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تائی امی کچن کا کچھ ضروری سامان لینے جانا ہے مجھے مارکیٹ سے لاہور جانے سے پہلے تمام سامان رکھ جاؤں گی لے کر آپ چلیں گی میرے ساتھ۔" بہرحال اس کی تقیین کو وہ نظرانداز نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے خاصی محتاط ہو گئی تھی۔

"بیٹا میں تو گھٹنوں کی مریض مجھ سے تو چلا نہیں جائے گا تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ۔"

"لیکن ------؟" کچھ متذبذب ہو گئی۔

"جاؤ بیٹا میری طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں ہی چلی جاتی یا پھر ایسا کرو مصطفیٰ کو آ لینے دو۔" تائی اماں اس کے تذبذب پر بولیں۔

"کوئی بات نہیں تائی اماں میں خود ہی چلی جاتی ہوں کوئی خاص شاپنگ تو ہے نہیں۔" جھک کر بیگ کو اٹھایا اور انہیں خدا حافظ کہہ کر باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے جانتی تھی کہ مصطفیٰ کبھی بھی فارغ نہیں ہوگا اور اسے واپس آ کر پیکنگ بھی کرنا تھی۔

وہ بعجلت کمرے سے نکلنے لگا تھا کہ آپریٹر نے گھر سے فون کی اطلاع دی ابھی ابھی اسے خبر ملی تھی کہ قریبی مارکیٹ میں بم بلاسٹ ہوا ہے جس سے کافی جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ وہ آج کل دہشت گردوں کے ایک ایسے ہی گروہ پر کام کر رہا تھا جن کا کام ہی بم دھماکوں سے خوف و ہراس پھیلانا اور دہشت گردی کرنا تھا۔

"جی امی۔" دوسری طرف امی تھیں۔

"بیٹا سنیعہ مارکیٹ گئی ہوئی ہے شام ہونے کو آ رہی ہے وہ ابھی تک نہیں پہنچی عبدالرزاق چھٹی پر ہے کسے بھیجوں پتا کرنے کے لیے میرا تو دل ہول رہا ہے۔" اور اس کا ہاتھ ریسیور پر کانپ کر رہ گیا۔

"اچھا امی میں دیکھتا ہوں۔" انہیں کچھ بھی بتائے بغیر خود پر قابو پا کر تسلی دی اور باہر کی طرف لپکا۔

"سر پچاس افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے ہیں اور ڈیڑھ سو کے قریب شدید زخمی ہیں اس کے علاوہ کچھ معمولی زخمی ہیں جن کی بینڈیج کر کے فارغ کر دیا گیا ہے۔" موقع پر موجود انسپکٹر نے فوراً اطلاعات فراہم کیں اور وہ غائب دماغی سے سر ہلاتا ہوا جگہ جگہ بکھرے خون کو دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ قدموں میں جیسے جان نہ رہی تھی لیکن وہ ہمت کر کے چل رہا تھا کہ بہرحال ایک ذمہ دار آفیسر بھی تھا اور ڈیوٹی کے وقت جذبات کی نہیں بلکہ فرض شناسی کی ضرورت ہوتی ہے یہ تربیت اور اس کی ٹریننگ کا حصہ تھا۔ خود پر قابو پانا واقعی بہت مشکل تھا اور شاید وہ اس وجود کا عادی بھی ہو چلا تھا۔ رک کر ایک پل کو خود ٹٹولا تھا۔ لیکن دوسرے پل ہی سر جھٹک کر آگے بڑھا۔ اگر کوئی اس سے دیکھتا تو بے اختیار کہہ اٹھتا کہ ضبط کا دوسرا نام مصطفیٰ گردیزی ہے۔

"سر بم ولایتی ٹائپ کا تھا۔" ایک اور اطلاع وہ جھنجلا کر رہ گیا اور ابھی پلٹ کر وہ اپنے ماتحتوں کو حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ نہ معلوم کس کونے سے وہ آ کر اس سے لپٹ گئی۔

"مصطفیٰ۔" ہونٹوں سے صرف ایک ہی فقرہ نکلا اور دھواں دھار طریقے سے رونے لگی۔ کتنے پل تو وہ متحیر سا کھڑا رہ گیا۔ شدید حیرت کی وجہ سے اس کی زبان گنگ رہ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ آج کل معجزے حقیقت کی دنیا میں بہت کم رونما ہوتے ہیں یہ صرف اب فلموں اور کہانیوں میں تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن آج اس کے ساتھ یہ ہو چکا تھا۔ اور شاید اس کی زندگی کی کوئی نیکی رب پسند آ گئی تھی۔

Scanned with CamScanner

"...سر ہے۔" حیرت بھری آواز پر وہ ہوش میں آئی اور جھٹکے سے اسے الگ کیا۔

"... یا حرت تھی اور میں نے منع کیا تھا ناں کہیں بھی اکیلا جانے سے۔" اس کی دھیمی سرد آواز پر سراسیمہ ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں سے ابھی تک سیل رواں جاری تھا۔ ارد گرد کھڑے لوگ بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اس نے پلٹ کر سب کو مختلف آرڈرز دیے اور وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ اگر اس کے ساتھ تین چار گارڈز بھی ہوتے تو کیا وہ اسے اس حادثے سے بچا سکتے تھے جب تک کہ اوپر والا نہ چاہتا۔

لیکن مصطفیٰ صاحب سے کہتا کون مصطفیٰ اس کی کسی بھی سوچ سے بے خبر اس کی کلائی پکڑ کر تقریباً گھسیٹتا ہوا اپنی گاڑی تک لایا۔ کتنی چوڑیاں ٹوٹ کر کلائی میں گھس گئیں۔ بے اختیار سسکی کو روکنے کے لیے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ مصطفیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا لیکن ہاتھ پھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"اللہ داد بی بی کو گھر چھوڑ آؤ۔" بیک سیٹ پر اس کو تقریباً گرانے کے انداز میں دھکیلا اور مڑ کر ڈرائیور سے کہا جو خود بھی اس اچانک حادثے اور پھر بی بی کی گمشدگی سے خاصا گھبرایا ہوا تھا۔ اللہ داد کی گود میں مینا تھی گول گول آنکھیں گھماتی معصومیت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہولے سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اللہ داد کو جانے کا اشارہ کیا۔

"تائی امی۔" گھر میں داخل ہوتے ہی وہ تائی اماں کے گلے سے لگ کر شدت سے رو دی۔ انہیں بھی ابھی چوکیدار نے آکر سارے واقعے کی اطلاع دی تھی۔ ابھی تک ان کی دھڑکن معمول پر نہیں آئی تھی۔

آخر خود پر قابو پا کر اس نے بتایا کہ "وہ رش کی وجہ سے مینا کو اللہ داد (ڈرائیور) کو پکڑا کر مارکیٹ کے اندر چلی گئی کہ تھوڑی دیر بعد بم دھماکہ ہو گیا اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی اندر ہی پھنس کر رہ گئی۔"

سسکتے ہوئے منیزہ نے بات مکمل کی۔

کافی دیر کے بعد اس کا سر تھپتھپا کر خود سے الگ کیا اور اللہ داد کو فوراً دو بکروں کا صدقہ دینے کا کہا اور مینا کو اپنی گود میں لے لیا۔

"یہ تمہاری کلائی کیوں سرخ ہو رہی ہے؟" انہوں نے اس کی کلائی تھامی۔ کانچ کے کئی ٹکڑے بازو میں چبھ گئے تھے۔

"پتا نہیں۔" قصداً خود کو لاعلم ظاہر کر کے مزید امڈ آنے والے آنسوؤں کو روکا۔

"چلو ڈاکٹر کے پاس غضب خدا کا بازو خون سے بھری ہوئی ہے اور یہ بے خبر ہے۔" انہوں نے اپنائیت سے ڈانٹا۔

رات تک گردیزی ہاؤس میں یہ بات پہنچ چکی تھی کہ منیزہ جس مارکیٹ میں گئی تھی وہاں پر بم دھماکہ ہوا تھا اور چونکہ منیزہ مارکیٹ سے نکلی تھی۔ اسی لیے معجزانہ طور پر بچ گئی۔ سب نے شکر ادا کیا تھا اس معجزے پر۔

"اس لڑکے سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ ٹرانسفر کروا لے مگر سنتا نہیں۔" بابا جان کمرے میں ٹہلتے ہوئے سخت ناراض ہو رہے تھے مصطفیٰ پر۔ ان کے تمام بیٹے اور بہوئیں بھی سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

آج جہاں آراء سے فون پر مشورہ کے بعد باقی بچوں سے رائے لینے کے بعد بی بی جان نے تمام بچوں کے رشتے کی تجویز بابا جان کے سامنے رکھی تھی۔ ابھی وہ کانفرنس جاری تھی کہ یہ اطلاع مل گئی۔

"فون ملاؤ اس کو۔" بابا جان نے بڑے بیٹے کو آرڈر دیا۔

"مصطفیٰ کہاں ہے منیزہ بیٹا۔" بابا جان کا لہجہ اب خاصا نرم تھا۔

Scanned with CamScanner

"بابا جان کا فون ہے۔" اس نے ریسیور پاس بیٹھے مینا سے کھیلتے مصطفیٰ کی طرف بڑھا دیا۔

"جی بابا جان ابھی تو چھٹی ملنا مشکل ہے۔" دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا کہ وہ سر کھجانے لگا تھا۔ سعید نے مینا کو کھلونا پکڑاتے ہوئے اس کا جائزہ لیا۔

"آپ ناراض نہ ہوں بابا جان ––– اچھا جی کوشش کروں گا چھٹی مل جائے۔" پھر سلام دعا کر کے فون بند کر دیا۔ بابا جان نے جہاں آراء کو بلوایا تھا اور مصطفیٰ کو بھی تاکید کی تھی کہ وہ چار پانچ روز میں کراچی پہنچے۔ اس کا یہ بہانہ کہ سعید تو ابھی لاہور جاتا ہے قطعی طور پر رد کر دیا گیا تھا۔

موسم صبح سے ہی خاصا سہانا ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ بادل بھی ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے۔ وہ جب گھر میں داخل ہوا تو باقاعدہ موسلادھار بارش شروع ہو چکی تھی۔ گرمیوں کی بارش تو ویسے بھی مزا دیتی ہے لیکن عرصہ ہوا وہ ایسی دلچسپیوں سے ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ لان کے ایک کونے میں خاصی ہلچل محسوس ہو رہی تھی۔

"مصطفیٰ انکل آ گئے۔" کسی بچے کی آواز سنائی دی۔

"مصطفیٰ انکل آنٹی کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے اور ان سے چلا بھی نہیں جا رہا۔" بارش میں بھیگی ہوئی ساتھ والے میجر عثمان کی چار سالہ بچی عروج نے اس کے پاس آ کر اطلاع دی۔

"اف یہ لڑکی۔" اس کا دماغ گھوم گیا۔ تیز قدموں سے لان تک کا فاصلہ طے کیا۔ وہ دو تین بچوں کے بازو میں بیٹھی ہوئی تھی پاس ہی چوکیدار خاصی بے بسی اور ترحم بھری نظروں سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پہلے تو چوکیدار سمیت بچوں کو لان سے نکالا۔ پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کی طرف دیکھا۔ نگاہوں میں خشونت انداز میں جھنجلاہٹ تھی۔ آخر تمام مس بیہیونگ صرف اس لڑکی کے ساتھ ہی کیوں ہوتی ہیں۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"آج کیا ہوا ہے؟" آخر تھک کر تفتیشی انداز اختیار کیا۔

"میں یہ پودا چھانٹنے لگی تھی کہ اس کی ... اور۔" اس نے گلاب کے پودے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ بھی بتا دیں کہ یہ ضرورت پیش کیوں آئی تھی۔" جھجکتے لہجے میں پوچھا۔

"وہ بچے آج مینا کے ساتھ کھیلنے آئے تھے۔ میں نے سوچا ان کو ساتھ لے کر وہ بیل سیٹ کر لوں۔ مالی کو تو کئی دن سے کہہ رہی تھی لیکن اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ اسی لیے اب دیکھیں تو کیسی لگ رہی ہے۔ اس کے پنک پھول ساتھ والے پودے کے پیلے پھولوں کے ساتھ کتنا سوٹ کر رہے ہیں۔" جوش میں آ کر اسے بتاتے ہوئے داد طلب نظروں سے اسے دیکھا تھا لیکن دوسری طرف ہنوز وہی خطرناک تیور تھے۔ لہٰذا جلدی سے اس کے سوال کا جواب مکمل کیا۔

"بس اسی کوشش میں میرا دوپٹہ میرے پاؤں میں الجھ گیا اور میں۔" اس نے مجرمانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ اس نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ گلابی لان کا سوٹ بارش میں بھیگ کر بدن سے چپک گیا تھا۔ لمبے بالوں کی بھیگی لٹیں رخساروں سے چپکی ہوئی تھیں۔ انگلیوں کو آپس میں الجھاتے ہوئے وہ خود میں سمٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

شرم کی وجہ سے منہ حسب عادت سرخ ہو گیا تھا اور یہ متناسب سراپے کا نظارہ کسی کا بھی ایمان خراب کر سکتا تھا۔ مصطفیٰ نے نظریں پھیر لیں۔ بچہ ماں کی رفاقت میں یہ پہلا موقع تھا جب اسے اپنے ضبط کو یوں آزمانا پڑا تھا۔ دل کی دیواروں میں دراڑیں پڑنے لگیں تھیں۔ اسے تو یقین تھا کہ نائمہ کے بعد جو دروازے مضبوطی سے بند کر

Scanned with CamScanner

پے تھے وہ دوبارہ کبھی نہیں کھل سکیں گے لیکن وہ اس سے بے خبر تھا کہ فطرت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن سے منہ موڑنا یا نظریں چرانا ناممکن ہوتا ہے اور اس سے انسان خود کو بے بس محسوس کرتا ہے۔

شاید اسے بھی اپنی بے بسی کا احساس ہونے لگا تھا کہ اس پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔ پہلے غصہ پھر گریز اور اب جھنجلاہٹ کی کیفیات اس پر اکٹھی حملہ آور ہوئی۔ اس کی خاموشی کو محسوس کر کے سنیعہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اسے دیکھتا ہوا کہیں گم تھا سیاہ گہری آنکھوں میں آج کچھ اور بھی عجیب سے رنگ تھے جنہیں سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس کے سنگ بارش میں بھیگتا ہوا کھویا کھویا سا مصطفیٰ گردیزی عجیب سا احساس دل میں جگانے لگا "بہشت سیکنڈ ہینڈ مردہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ اس کی پہلی چاہت کا رنگ کتنا گہرا ہے۔

دماغ نے سرزنش کی تھی اور وہ دل پر قابو پاتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن کراہ کر رہ گئی۔ کانٹے اندر تک زخم کر گئے تھے۔

"آئیں۔" اس کی سسکی پر وہ بھی اپنی سوچوں کے جنگل سے نکل آیا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ کچھ جھجک کر سنیعہ نے ہاتھ تھام لیا لیکن ایسے چلنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس لیے مصطفیٰ نے اپنے بازو سے اس کی کمر کے گرد نرمی سے گھیرا ڈال لیا۔ اب وہ مکمل طور پر اس کے حصار میں تھی۔

یہ دوسرا موقع تھا جب وہ اس کے اتنے قریب تھی۔ مارے کوفت اور شرم کے وہ خود میں سمٹی جا رہی تھی۔ اس کو آہستہ آہستہ چلاتا ہوا وہ کمرے میں لے آیا اور بینڈ ویج وغیرہ کی۔ پھر عبدالرزاق کو بلا کر گرم دودھ لانے کا کہا۔

"ہم لوگ پرسوں کراچی جا رہے ہیں۔" کچھ دیر کے بعد وہ اسے اطلاع دے رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر ہونٹوں سے دودھ کا گلاس لگا لیا۔

"ارے غضب خدا کا تم لوگوں نے تو پکڑ کر میری بچی کا بھرکس ہی نکال ڈالا۔" اس نے مختلف ہاتھوں میں منتقل ہوتی مینا کے رونے پر سب کو مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"ہم بھی کیا کریں آپ لوگ آئے بھی تو اتنے عرصے کے بعد ہیں اتنا یاد کرتے تھے ہم سب۔"

"کتنا؟" لہجہ شرارتی تھا عفت جھینپ گئی۔

"کیا ہوا میرے بیٹے کو کس نے مارا۔" اس نے روتی ہوئی مینا کو پیار سے پچکارا۔

بچی نے ایک دفعہ سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر خاموش ہو کر اس کے سینے میں منہ چھپا لیا۔ دور بیٹھی جہاں آراء ماں بیٹی کے اس پیار پر نہال ہو گئیں۔ ان کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔ بچہ بھی اسی صورت میں کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب اسے پیار اور محبت کی گرمی محسوس ہو اور یقیناً سنیعہ اس عرصے میں یہ توجہ حاصل کر چکی تھی۔

"سنیعہ میری بات سننا۔" انہوں نے اسے آواز دی۔

"آئی تائی امی۔" وہ ان کے قریب آئی تو وہ اسے اپنے ہمراہ لیے بی بی جان کے پورشن کی طرف آ گئیں۔ جہاں پر گھر کی تمام خواتین موجود تھیں۔ پھر بی بی جان نے جو کچھ اس سے کہا۔ اس کے لیے حیرت اور خوشی کا باعث تھا۔ سعدیہ پھپھو نے بھی ان کی بات کی تائید کی تھی۔

"کیا میری بہن کی قسمت اتنی اچھی ہو سکتی ہے؟" خوشی سے نم ہوتی پلکوں سمیت وہ سوچنے لگی۔

"یہ منگنیاں وغیرہ ہو جائیں تو ہم جائیں گے لاہور۔" بی بی جان نے کہا۔ تھوڑی دیر تک سب بیٹھی رہیں اور پھر جب سب جانے لگیں تو بی بی جان نے اسے روک لیا۔

"سنیعہ تم میری بات سن کر جانا۔" انہوں نے

اسے تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مصطفیٰ کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟" خاصا غیر متوقع سوال تھا لیکن پھر بھی سنبھل کر بے تاثر لہجے میں اس نے "نارمل ہے" کہا وہ کچھ دیر تک اس کے چہرے کو بغور دیکھتی رہیں۔ جہاں پر کوئی بھی خوش آئی رنگ خیال نہیں تھا۔

شرم، خیال، انا یا کسی کو تسخیر کر لینے کا نشہ موجود نہیں تھا۔ وہ خاصی صاف گو تھی اور جو کچھ اس کے دل میں ہوتا تھا وہ چہرے سے ظاہر ہو جاتا تھا۔

"کیا ہمارا فیصلہ غلط تھا؟" وہ اس سوال کا کیا جواب دیتی لہٰذا خاموش رہی۔

"کیا تم ناخوش ہو بیٹا۔" انہوں نے نرمی سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر پھر پوچھا۔

"یہ تو میں خود بھی نہیں جانتی۔" عجیب بے بسی اور خود ترسی کا شکار ہو گئی تھی وہ اس لمحہ بی بی جان نے دکھی دل سے اس کی طرف دیکھا۔ شاید نادانستگی میں ہم سے بہت ظلم ہو گیا ہے۔ اس بچی پر بی بی جان کو ڈھیروں ندامت اور پچھتاووں نے آن گھیرا۔

"بی بی جان میں جاؤں شاید مینا رو رہی ہے۔" انہوں نے آہستگی سے سر ہلا دیا اور وہ بوجھل قدموں سے وہاں سے چلی آئی۔

"بھائی آپ کا فیورٹ کلر کون سا ہے؟" رباب نے نیلی ستاروں بھری ساڑھی میں ملبوس اس کے نازک سراپے کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس کی نگاہیں بے اختیار کچھ دور کھڑے سفید کرتا شلوار میں ملبوس عرفان سے گفتگو کرتے ہوئے مصطفیٰ گردیزی کے سراپے میں الجھ گئیں۔ کتنا سوٹ کرتا تھا اس پر یہ رنگ اور لباس لیکن اس نے بہت کم اسے اس ڈریس میں دیکھا تھا۔

"بھابی۔" رباب نے شانہ ہلا کر شاید اپنے سوال کا جواب جاننا چاہا تھا۔

"سفید رنگ۔" بے خیالی میں منہ سے نکلا۔

"او اب سمجھی۔" رباب نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو شوخی سے گویا ہوئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اپنی کچھ دیر پہلے کی بے اختیاری پر جھینپ گئی اور خجالت مٹانے کے لیے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"کچھ نہیں۔" وہ بھی مسکراتے ہوئے جیسے اس کی حالت سے حظ اٹھانے لگی اور منیزہ نے وہاں سے ہٹنا ہی مناسب سمجھا۔

"بھابی آپ کو چھوٹی چچی زور و شور سے یاد کر رہی ہیں۔" راستے میں جمال نے روک کر پیغام پہنچایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے مقصود گردیزی کے پورشن کی طرف مڑ گئی جہاں سب تیاری کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔

"جی چچی آپ نے مجھے بلایا تھا۔" ان کے کمرے میں پہنچ کر پوچھا۔

"ہاں منیزہ تم سے جو ڈبے رکھوائے تھے زیور کے وہ نکال لاؤ۔"

"غضب خدا سات بجے کا ٹائم تھا یہاں پر نو بجے رہے ہیں مہمان عاجز ہو گئے ہیں لیکن ان لڑکیوں کی تیاریاں ختم ہونے میں نہیں آ رہیں۔" اسے کہہ کر وہ لڑکیوں کی تیاریوں سے نالاں بڑبڑانے لگیں تو وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ دراصل آج گردیزی ہاؤس میں بقول نبیل کے منگنیوں کی تقریبات تھیں۔ بابا جان نے سب کے مشورے اور بچوں کی خواہشات جان لینے کے بعد یہ اعلان کیا تھا جس پر سب نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

وہ ڈبے لے کر کمرے سے نکل رہی تھی جب مصطفیٰ مینا کو اٹھائے راہداری میں آتا دکھائی دیا۔

"پکڑیں اسے اور کپڑے چینج کریں اس کے۔" سرسری نظر اس پر ڈال کر مینا کو اسے تھمایا اور واپس مڑ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ڈبے قریب آئی دعا آپی کو پکڑائے اور مینا کو اٹھائے اندر

Scanned with CamScanner

آ گئی۔ اسے بیڈ پر لٹایا تو ہاتھ پاؤں مارنے لگی وہ دس ماہ کی ہو گئی تھی اور اب گھٹنوں کے بل چلنے کی وجہ سے ہر گھنٹے بعد کپڑے خراب کر لیتی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو مصطفیٰ اسے لے گیا تھا اور اب پھر وہ اسے حلیے میں سامنے تھی۔ جب اس کے کپڑے تبدیل کر کے وہ باہر نکلی تو ایک آواز پر چونک گئی۔

"اچھا تو یہ ہے مصطفیٰ کی سیکنڈ وائف۔" اس کے بالکل قریب ہی ریڈ کلر کی ساڑھی میں ہمرنگ میک اپ کے ساتھ ایک پچیس چھبیس سالہ نہایت خوبصورت اور ماڈرن خاتون کھڑی تھیں۔ اس کی تنقیدی نظروں سے سنیعہ کو الجھن ہونے لگی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے ساتھ کھڑی بیزار سی ثمیرا بھابی کی طرف دیکھا۔ شکل کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔

"یہ رائمہ ہے نائمہ کی چھوٹی بہن۔" بھابی نے تعارف کروایا۔

"او یہ مینا ہے بالکل نائمہ کی کاپی۔" بمشکل رقت بھری آواز نکال کر مینا کو اس کی گود سے گھسیٹا۔ وہ حیران پریشان سی اسے دیکھنے لگی جو اسے نظرانداز کیے مسلسل بول رہی تھی۔

"ارے ---- جانو خالہ جانی ہوں تمہاری۔" بچی نے فل آواز میں رونا شروع کر دیا تھا اور وہ نزاکت سے پچکارتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہہ رہی تھی اور بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اسے مینا سے کوئی انسیت یا پیار نامی جذبہ محسوس نہیں ہوا تھا ورنہ بچے تو محبت کے بھوکے ہوتے ہیں' نسیمہ' رفیعہ کے بچے تو اپنی ماؤں کی نسبت خالاؤں سے زیادہ قریب تھے اور یہاں یہ حال تھا کہ خالہ کی گود میں پہنچتے ہی وہ رونے لگی تھی۔

"بھئی مصطفیٰ تمہاری بچی تو ہماری گود میں آتے ہی رونے لگ گئی۔ نائمہ کی طرح ضدی لگتی ہے ماما کہتی ہیں کہ نائمہ بھی بچپن میں بہت ضدی ہوا کرتی تھی۔" جانے کب ثمیرا بھابی چلی گئی تھیں اور مصطفیٰ خاموشی سے ان کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

اس نے اکتاہٹ بھری نظروں سے مسلسل منہ بگاڑ کر بولتی لڑکی کی طرف دیکھا اور قدم آگے بڑھا دیئے۔ آخر برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ رات دن شوہر صاحب مرحومہ بیوی کی یاد میں گم رہتے ہیں اوپر سے یہ محترمہ ---- بھئی ٹھیک ہے اتنی ہی محبت تھی بہن اور بھانجی سے تو نہ کرنے دیتی دوسری شادی بہنوئی کو اب وہ کہہ رہی تھی۔

"تمہیں تو پتا ہے نائمہ کو بچوں سے کتنی محبت تھی راہ چلتے بچوں پر بھی عاشق ہو جاتی تھی۔ ویسے ہم سب بہنوں کو بچوں سے بہت محبت ہے۔" نزاکت سے مسلسل ہاتھ پاؤں ملاتی مینا کا ہاتھ ہٹایا۔ سنیعہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی قدم روک کر گفتگو سننا پڑی۔

"لیکن افسوس جب اس کی اپنی بچی ہوئی تو وہ خود دنیا سے چلی گئی۔ اوفوہ بیٹا چپ کرو جاؤ ناں۔" اسے روتی ہوئی مینا کی مداخلت کچھ اچھی نہیں لگی تھی۔ سنیعہ کو ایک پل کے لیے ہنسی آ گئی۔ شاید مینا لاشعوری طور پر باپ کا دھیان دوسری طرف ہٹانا چاہتی تھی۔

مصطفیٰ نے مینا کو پکڑ لیا تھا۔ سنیعہ خاموش تماشائی کی مانند کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔ اب اسے احساس ہوا کہ مصطفیٰ بھی مسلسل چپ ہے اور وہ محترمہ ہی بولے جا رہی تھی۔

"سنیعہ باہر رسم شروع ہونے والی ہے اور تم یہاں ہو امی نے اپنی لاڈلی اکلوتی بہو کی تلاش میں چاروں طرف ہرکارے دوڑا دیئے ہیں۔" راہداری کے آخری کونے سے جیا نے اپنے دو سالہ بیٹے کو سنبھالتے ہوئے پیغام نشر کیا اور پلٹ گئی۔ سنیعہ آگے جانا چاہتی تھی لیکن مصطفیٰ کی آواز پر رکنا پڑا۔

"آپ بچی لے جائیں۔" مینا نے اسے دیکھ کر اپنے بازو اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"میرا خیال ہے کہ اس کی خالہ فی الحال اسے بہتر طور پر سنبھال سکتی ہیں آخر انہیں بچے بے حد پسند جو ہیں۔" اس کے جملے پر یقیناً رائمہ تلملا اٹھی تھی اور جاتے جاتے اس نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔

"مصطفیٰ تمہاری بیوی تو بہت نخریلی ہے میرے سامنے ہی وہ مینا کو گود میں لینے سے انکاری ہے بعد میں کیا کرتی ہوگی مجھے تو مینا کے مستقبل کی فکر ستانے لگی ہے۔" مصطفیٰ نے جواب دینے کی بجائے نگاہیں راہداری سے نکلتی سنیعہ کی پشت پر جمادیں۔

رات کو وہ لیپ ٹاپ سامنے کھولے نہایت انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ ایک آدھ سرسری نظر پنک نائٹ ڈریس میں ملبوس ادھر ادھر پیکنگ کے لیے پھرتی سنیعہ پر ڈال لیتا اور یہ اس کی مجبوری تھی کیونکہ چوڑیوں کی مدھم سی چھن چھن اس کی توجہ فوراً بٹا لیتی تھی۔

"آپ یہ چوڑیاں اتار نہیں سکتیں؟" بالآخر وہ بول اٹھا اور سوٹ کیس بند کرتی سنیعہ نے چونک کر دیکھا۔

"جی نہیں۔" بڑا پرسکون جواب وصول ہوا۔

"آدھی رات کو مجھے موسیقی سننے کا کوئی شغف نہیں ہے اور یہاں یہ ہے کہ ہر وقت یہ جھنکار سنتے رہو۔" شاید کوئی غلط کی (key) پریس ہوگئی تھی وہ بلاوجہ الجھنے لگا۔

"پہلی بات تو یہ ہے مصطفیٰ گردیزی میں کسی کی خاطر اپنی پسند ناپسند نہیں بدلا کرتی اور دوسری یہ کہ اگر آپ ڈسٹرب ہو رہے ہیں تو بخوشی دوسرے کمرے میں جاسکتے ہیں۔" آرام سے اپنی بات کہہ کر وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ مصطفیٰ نے جھلس کر اس کی طرف دیکھا اور پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سنیعہ تم۔" دروازہ ربیعہ نے کھولا تھا اس لیے کافی دیر تک حیرانی سے اسے دیکھتی رہیں۔

"کیا یقین نہیں آرہا بجو۔" وہ قصداً مسکرائی تو انہوں نے بھی شرارتی انداز میں نفی میں سر ہلا کر اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور پھر مینا کے بالوں کو ہولے سے چھو کر اسے اندر آنے کا راستہ دینے لگیں۔

"اکیلی آئی ہو۔" نظریں اس کے پیچھے دوڑائیں۔

"فی الحال تو اکیلی ہی آئی ہوں۔" گول مول سا جواب دے کر وہ اندر چلی آئی۔

"سنیعہ آپا آگئیں۔" ہوم ورک کرتی سبرینہ نے نعرہ لگایا اور اٹھ کر اس کی طرف دوڑی۔ آہستہ آہستہ سب اکٹھی ہوگئیں۔

"ارے آپا کو بیٹھنے تو دو جب سے آئی ہیں کھڑی ہیں۔" اس کا سوٹ کیس دھکیل کر اندر آتی نیلما بولی۔

"اماں کہاں ہیں؟" سوئی ہوئی مینا کو دوسرے کندھے پر منتقل کرتے ہوئے صبیحہ سے پوچھا۔

"ارے سنیعہ تمہاری بیٹی کس قدر پیاری ہے مینا نام ہے ناں اس کا۔" صبیحہ نے جواب دینے کی بجائے مینا کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی لیکن وہاں پر ستائشی تاثرات کے علاوہ کوئی تاثر نہیں تھا تو وہ بھی کھل کر اطمینان سے مسکرادی۔ شکر تھا کہ کسی نے بھی اجنبیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا مینا کے لیے۔

"آخر بیٹی کس کی ہے؟" وہ ذرا سی مسکرائی۔

"جی اور یہ بھی سوچیں کہ بھانجی کس کی ہے؟" عفیفہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا اور سوئی ہوئی مینا کو گود میں لے لیا۔

"آپا میں آپ کو بہت یاد کرتی تھی۔" گڑیا نے لاڈ سے اس کے بازو پہ سر ٹکا دیا۔

"کتنا۔" حسب عادت فقرہ دہرایا۔

"اتنا۔۔۔" بچی تو تھی اس لیے فوراً ہاتھ

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

پھیلا دیئے اور اس نے بے اختیار پیار سے ماتھا چوم لیا اس کا۔

"کون آیا ہے؟" اماں نماز پڑھ کر باہر آئیں تو شور سن کر پوچھا۔

"اماں۔" وہ دوڑتے قدموں سے اماں کی بانہوں میں سما گئی۔

"بیٹا بھول گئیں تھیں ہمیں ہمارے فیصلے کی اتنی بڑی سزا دی ہمیں کہ اپنی صورت سے بھی ترسا دیا۔" اماں کے شکوہ پر آنکھیں بھیگ گئیں۔

"اماں میں خفا تو نہیں تھی بس مصروف تھی اور آپ لوگ منگنی کے فنکشن میں کیوں نہیں آئے؟"

"بس۔" اماں لحہ بھر کے لیے چپ ہو گئیں پھر صبیحہ سے مخاطب ہوئیں۔

"چلو بہن کے لیے کھانے کا بندوبست کرو تم سناؤ کراچی میں سب ٹھیک تھے ناں۔" اب وہ پھر منیعہ سے مخاطب تھیں۔

"جی اماں سب سلام کہہ رہے تھے تائی امی آئیں گی ایک دو روز میں یہاں۔"

"آپا کچن میں آ جاؤ۔" اسی وقت عفیفہ نے پکارا تو وہ اماں کے سوالیہ انداز کو نظرانداز کر کے کچن کی طرف چلی گئی۔ فی الحال وہ صبیحہ کی مرضی معلوم کرنا چاہتی تھی۔ پھر رات کو ابا آئے تو اس نے صبیحہ اور قاسم کے رشتے کی بات چھیڑ دی اور اماں ابا کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ جس گھر نے ان کی ایک بیٹی کو اتنا پیار دیا تھا تو دوسری کو بھی یقیناً ایسی ہی چاہت دیتے۔

پھر تیسرے دن تائی امی، بی بی جان اور پھپھو آ کر قاسم اور صبیحہ کی بات پکی کر گئیں۔ شادی ربیعہ اور صبیحہ کی اکٹھی کرنے کا طے پایا گیا تھا۔

"تم خوش ہو صبو۔" اس رات حسب عادت وہ لوگ صحن میں بیٹھی تھیں جب منیعہ نے پوچھا اور صبیحہ صاحبہ پرانی ہیروئین کی طرح شرما گئیں اس سے ربیعہ اور صفیہ بے اختیار ہنس دیں اس ادا پر۔

"اماں مصطفیٰ بھائی آئے ہیں۔" نیلما نے دروازے پر کھڑے کھڑے اماں کو اطلاع دی اور اماں واری صدقے ہوتی ہوئیں فوراً کمرے سے باہر نکلیں۔ پہلی دفعہ داماد گھر آیا تھا اور انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کہاں بیٹھائیں خود بھی بوکھلائی پھر رہی تھیں اور لڑکیوں کو بھی پریشان کر دیا تھا۔

"اماں میں یہاں بیٹھ جاتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔" کرسی لاتی اماں کو منع کر کے مصطفیٰ چارپائی پر بیٹھ گئے۔

"اور سنائیں مصطفیٰ بھائی آپ کیسے ادھر آ نکلے؟" وہ ادھر ادھر نگاہیں دوڑا رہے تھے جب عفیفہ نے شوخی سے پوچھا۔

"سمجھا کرو منیعہ آپا یہاں ہیں ورنہ لاہور مصطفیٰ بھائی کی آمد ناممکنات میں ہے۔" صبیحہ نے فوراً ٹکڑا لگایا۔

"میرا خیال ہے صبیحہ کافی سمجھدار ہیں۔" وہ دھیرے سے مسکرا دیئے۔

"یعنی۔" وہ سب احتجاجاً چیخیں۔

"جی۔" ان کی کھلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شوخی سے بولے۔

"اے ہے لڑکیو بھائی کو چائے پانی تک کا پوچھا نہیں اور لگ گئیں باتوں میں۔" کچن سے برآمد ہوتی اماں نے ان سب کو مزید کاروائی سے روک دیا تھا۔

"نہیں اماں میں جلدی میں ہوں آج ہی واپس جانا ہے منیعہ کہاں ہیں؟" سادہ سے لہجے میں دریافت کیا۔

"آپا تو اندر سو رہی ہیں کیونکہ جمعہ کو دوپہر میں سونا ان کی روٹین ہے اور آپ بتائیں کہ آپ کیوں اتنی جلدی میں ہیں؟" نیلما نے سوال داغا۔

"میں دراصل یہاں آفیشل کام سے آیا تھا کل اور آج شام میں واپسی ہے مجھے کورس کے لیے چار ماہ کے لیے اسلام آباد جانا ہے کل اور وہیں

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

سے بنکاک۔" عادت کے برخلاف خاصا مفصل جواب دیا۔

"ارے اتنا جلدی کا پروگرام ہے آپ کا کیا اسلام آباد سے واپس نہیں آئیں گے آپ؟"

"نہیں۔" مختصر جواب دیا اور چائے لاتی ربیعہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مصطفیٰ بھائی آیا تو انھیں کی نہیں ہم سے ویسے بھی ہم نے سوچا کہ آپ خود ہی انھائیں تاکہ سرپرائز رہے ان کے لیے نیلما نے انہیں اطلاع فراہم کی تو وہ سر ہلا کر ربیعہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھامنے لگے۔ پھر چائے پیتے ہوئے اماں سے گفتگو کرتے رہے۔ دھیمے دھیمے لہجہ میں ادب سے بولتا اپنا آفیسر داماد انہیں بے حد پسند آیا تھا۔

پھر اماں کی اجازت سے وہ اندر آ گئے جہاں پر مینا اور وہ دونوں سو رہی تھیں۔ انہوں نے دھیرے سے جھک کر مینا کے بالوں میں انگلیاں چلائیں اور محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا۔ کالے بالوں اور سنہری رنگت والی ہمینہ مصطفیٰ کا کوئی نقش بھی نائمہ پر نہیں تھا۔ نائمہ کے بال گولڈن براؤن تھے اور اس کی آنکھیں بھی براؤن تھیں جبکہ مینا کی آنکھیں کالی اور بڑی بڑی تھیں۔

"کیا شے ہے اولاد بھی دنیا کی ہر چیز سے پیاری لگتی ہے ہمیں۔" اس نے دھیرے سے سوچا یونہی نگاہ بھٹکتی ہوئی پاس سوئی سنیعہ پر پڑ گئی۔ تیکھے سے نقوش کی حامل وہ گھنے بالوں کو تکیہ پر پھیلائے بے خبر سو رہی تھی مینا اس کے ساتھ تقریباً لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا ایک بازو مینا کے سر کے نیچے اور دوسرا اس کی کمر کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

"شکریہ سنیعہ۔" وہ بے اختیار ہولے سے بڑبڑایا اور اسے جگائے بغیر کمرے سے نکل آیا۔

"اچھا کب؟" بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے اس نے ہاتھ روک کر مصطفیٰ کی آمد کی اطلاع دیتی ربیعہ کی طرف دیکھا۔

"تمہیں شاید جگایا نہیں حالانکہ اندر گئے بھی تھے کہہ رہے تھے جلدی میں ہیں کل کی فلائیٹ ہے ناں ان کی۔"

"کہاں کے لیے؟" بے ساختہ قسم کا سوال تھا۔

"اسلام آباد کورس کے لیے جانا تھا انہیں اور پھر بنکاک تمہیں نہیں بتایا تھا؟" ربیعہ نے اس کی طرف کھوجتی نگاہوں سے دیکھا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"معلوم نہیں۔" ہمیشہ کی طرح صاف گوئی سے جواب دے کر مینا کی فیڈر بنانے کے لیے اٹھ گئی۔ ربیعہ حیرت سے اس کے رویے پر غور کرنے لگی۔

"چھوٹی بی بی آپ کا خط۔" وہ آج ہی لاہور سے واپس آئی تھی۔ چائے کا کپ تھامے اس نے ذوالفقار سے خط لیا۔ کس کا ہو سکتا ہے الٹ پلٹ کر نام دیکھنا چاہا لیکن ندارد۔ کپ تپائی پر رکھ کر اس نے لفافہ چاک کیا۔

"اوہ مصطفیٰ گردیزی تو فرار کے لیے تم نے یہ راستہ اختیار کیا آخر کار۔" دبی دبی سانس سینے سے نکال کر سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"واہ مصطفیٰ صاحب میرے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانا چاہتے ہیں۔ اتنے ہی بہادر تھے تو یہاں پر رہ کر سب کا سامنا کرتے اور تم سنیعہ رشید بہت مان تھا ناں تم کو خود پر دیکھا آج سیکنڈ ہینڈ مرد کی کیٹاگری کا ایک شخص تمہیں ٹھکرا کر تمہاری سوچوں اور خود تمہیں ارزاں کر گیا۔" وہ سوچوں میں الجھتی جا رہی تھی۔

"شاید میرے اپنے غرور میں کہی گئی باتیں میرے سامنے آ گئی ہیں۔" اس نے بے چینی سے پہلو بدلا... ماتھا رگڑا۔

"لیکن میں کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہوں پہلے وہ کون سا میرا تھا جو اب بچھڑ گیا تو میں پریشان ہو رہی ہوں۔" خود کو سرزنش کرتے ہوئے

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ رات بابا جان کے روبرو ان سے مخاطب تھی۔

"بابا جان میں مزید پڑھنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے خاصے الجھے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور اس نے ہاتھ میں دبا خط آگے کر دیا جسے پڑھ کر ان کا چہرہ بے تحاشا سرخ ہو گیا۔

"اس ناہنجار کی یہ جرات کہ بیوی کو چھوڑنے کا عندیہ بھیج رہا ہے اور اوپر سے موصوف لکھتے ہیں کہ جب منیعہ چاہے وہ یہ کارنامہ سرانجام دے دیں گے۔" ان کی مخاطب اندر داخل ہوتی بی بی جان تھیں جو بیچاری اس بمباری سے ایکدم گھبرا گئی تھیں۔

"یہ لو پڑھ لو اپنے لاڈلے پوتے کا کارنامہ جو وہ انجام دینا چاہتے ہیں۔" بابا جان کا بڑھایا ہوا خط بی بی جان نے تھاما تو وہ اس کی طرف مڑے۔

"بیٹا تم لوگوں کا آپس میں جھگڑا تھا کوئی؟" بابا جان نے محبت سے اس کے جھکے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"دوستی کب تھی جو لڑائی کی نوبت آتی۔" دل میں جواب دیا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں اس سے پوچھوں گا۔"

"نہیں بابا جان پلیز مجھے اتنا اپنی نظروں میں نہ گرائیے کہ میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر بھی عزت نفس کی حفاظت نہ کر سکوں۔" التجائیہ لہجہ انہیں ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گیا اور انہوں نے دوسری صبح ہی اسے ایبٹ آباد روانگی کا حکم دے دیا جہاں پر بابا جان کا ذاتی بنگلہ تھا۔ سب حتیٰ کہ منیعہ بھی اس حکم پر حیران تھی لیکن بابا جان سے کچھ کہنے کا حوصلہ کسی میں بھی نہیں تھا۔

منیعہ کو وہاں پر چھوٹے چچا مقصود گردیزی اور مسعود گردیزی کی بیٹیاں کائنات اور فاطمہ کے ساتھ رہنا تھا جو کہ وہاں پر میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھیں اور مسعود گردیزی زیادہ تر ان کے پاس ہوتے تھے۔ منیعہ نے اپنا سامان سمیٹتے اور مینا کو گود میں سنبھالتے ہوئے صرف ایک نظر کمرے پر ڈالی تھی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ نہ معلوم اب یہاں آنا بھی تھا یا ۔۔۔۔ ضبط کے باوجود پھسل پڑنے والے واحد آنسو کو انگلی کی پوروں میں سمیٹا اور دہلیز پار کر گئی۔

"ابا آخر مجھے سکون کیوں نہیں ملتا کیوں اتنی بے چینی ہے مجھ میں۔" ابا کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اس نے مضطربانہ ان کی طرف دیکھا۔

"بیٹا حقیقت کو فیس کرنا سیکھو خوشیوں پر اعتبار کرو اور جہاں سے ملیں ان پر اپنی گرفت کو کبھی ڈھیلا نہ کرنا۔ اپنے اطراف میں نظر دوڑاؤ گی تو ایک سے ایک بندہ دکھی ملے گا لیکن اپنے دکھوں کو چھپا کر دوسروں کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ ہنسنے والوں کے ساتھ سب ہیں اور رونے والا ہمیشہ تنہا ہوتا ہے اور پھر تم تو خوش نصیب ہو جو تمہیں جینے کا سہارا ملا ہے۔ انہیں بھی تو دیکھو جو بے سہارا ہیں لیکن دوسروں کا سہارا بنتے ہیں۔" انہوں نے اندر آتی ڈھائی سالہ گول مٹول سی مینا کو پیار سے دیکھا۔

"می لالہ شاپنگ جانا۔" ٹوٹے پھوٹے لہجے میں اپنی بات پہنچائی۔

"منیعہ تم تیار ہو یا دیر ہے ابھی؟" باہر سے صبیحہ نے بھی اونچی آواز میں پوچھا۔

"آ رہی ہوں۔" دھیمے لہجے میں کہہ کر وہ مینا کا ہاتھ پکڑے باہر نکل آئی۔

"رشید مرزا میری بیٹی کی قسمت میں کیا لکھا ہے چہچہاتی ہوئی زندگی سے بھرپور کیسے مرجھا کر رہ گئی ہے کاش اس وقت میں اس کی بات مان لیتی اور اس رشتے سے انکار کر دیتی۔" اماں بے حد آزردہ تھیں۔

"جتنا پچھتاؤ گی اتنا ہی پریشان ہو گی جو کچھ بھی خدا کرتا ہے بہتر کرتا ہے صرف اللہ پر بھروسا رکھو آزمائش کا وقت ہے یہ حوصلے سے اس کا سامنا

Scanned with CamScanner

کرو۔"

"آخر کب تک بیٹی کو یوں امیدوں کے سہارے رہنے دوں؟" ضبط کرتے کرتے بھی آنسو چھلک آئے تھے۔ ماں تھیں ناں اگرچہ سنیعہ نے ان سے کبھی بھی اپنے متعلق بات نہیں کی تھی جب بھی آپی خود کو مطمئن ظاہر کرتی لیکن وہ تو اس کے دکھ سے آگہی رکھتی تھیں ناں اب جبکہ ربیعہ کے ساتھ ہی صبیحہ کی شادی کر چکی تھیں اور پچھلے سال عفیفہ کا بھی نکاح اس کے چچازاد ریحان سے کر دیا تھا رخصتی سال بعد ہونا تھا اور نیلما کی منگنی بھی ان کی کزن کے بیٹے باسط جو کہ ایم ایس سی کر رہا تھا اس سے کر دی تھی۔ سب کی طرف سے تقریباً بے فکری تھی لیکن اپنی اس لاڈلی بیٹی کا دکھ انہیں مارے دیتا تھا ہر وقت۔

باہر سے نیلما نے انہیں پکارا تو تو وہ آنسو پونچھتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ رشید مرزا نے صرف ایک نظر ان کی پشت پر ڈالی اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ وہ خاصی بیزار سی کھڑی صبیحہ کا انتظار کر رہی تھی۔ دل میں آج بے تحاشا غبار جمع تھا اور آنسو تھے کہ بے قابو ہوئے جا رہے تھے صبیحہ آگے جا کر ڈریس دیکھ رہی تھی۔ وہ مینا کا ہاتھ تھامے ادھر ادھر آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی۔

"کیا میں بھی عام لڑکیوں کی طرح ساری عمر انتظار کی سولی پر لٹک کر گزار دوں گی۔" اس سوچ نے ہولے سے دماغ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پتا نہیں کس جرم کی سزا بھگت رہی ہوں۔ کاش یہ معاشرہ اور اس کی اقدار اسے اتنا حق دے دیتے کہ وہ خود کو تمام پابندیوں سے آزاد کروا لیتی لیکن جانتی تھی ناں کہ جتنی بھی بہادر ہو جائے ماں باپ کی عزت کی خاطر بزدل ہی بنی رہے گی کیونکہ کوئی بھی اس کے اٹھائے ہوئے انتہائی قدم کو سراہے گا نہیں اور نہ ہی اس کے پیچھے کی وجوہات جاننا چاہے گا بلکہ حتی المقدور اس کی مذمت ہی کی جائے گی۔"

تمہیں کیا ہوا ہے سنیعہ رشید تم یوں خود پر دکھوں کو طاری کرنے والی لڑکی تو نہیں تھی اور تمہیں دکھ کس بات کا ہے نہ تو تمہیں اس شخص سے محبت تھی اور نہ ہی کسی قسم کی انسیت پھر شاید زندگی کے یہ سال یونہی اذیت میں ہی گزارنے لکھے تھے سو بی بریو۔"

خود سے مخاطب ہونے کی عادت نہیں گئی تھی اس کی۔ اس نے بری طرح سر جھٹک کر اپنی توجہ ڈیپارٹمنٹل سٹور میں داخل ہوتیں عجیب و غریب لباس میں ملبوس ماڈرن لڑکیوں کی طرف مبذول کی فیشن کی اندھا دھند تقلید کس طرح انسان کی شخصیت کو بگاڑ دیتی ہے ایک بار پھر بیہودگی کے اس منظر کو دیکھا اور اسی ایک پل میں جب وہ مینا کا ہاتھ پکڑے صبیحہ کے پاس جا کر اسے بلانا چاہتی تھی مانوس سی پرفیوم کی مہک نتھنوں سے ٹکرائی۔ وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھی لیکن ہاں وہ وہی تھا پہلے سے زیادہ دلکش اور جاذب نظر پروقار سے انداز میں ہمیشہ کی طرح اردگرد سے بے نیاز سیلزمین سے مخاطب تھا۔

اسے خود پر گمان ہوا جیسے وہ پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو چکی ہے۔ نہ جانے کتنے پل بیت گئے جب صبیحہ تیز تیز بولتی اس کے قریب آ گئی۔

"توبہ ہے تمہیں کب سے بلا رہی ہوں لیکن پتا نہیں کہاں گم ہو تم۔" اس اثناء میں وہ نہ صرف اپنی گردن موڑ چکی تھی بلکہ غیر محسوس انداز میں کئی قدم بھی آگے بڑھ آئی تھی۔

"چلیں۔" اس نے صرف یہ کہا تھا اس کے جواب میں۔

"لو جی میں کپڑے کی ڈیزائننگ کا پوچھ رہی ہوں اور تم چلنے کی بات کر رہی ہو۔" حسب عادت اردگرد گزرتے لوگوں سے بے نیاز وہ اس پر خفا ہونے لگی تھی۔

"ممی وہ لینا۔" مینا نے اس کا ہاتھ ہلا کر آئس کریم کھاتے ہوئے بچے کی طرف متوجہ کیا۔

Scanned with CamScanner

"نہیں بیٹا آپ کا گلا خراب ہو جائے گا ابھی کل تو آپ کا بخار اترا ہے۔" جھک کر پیار سے اسے سمجھانا چاہا۔

"نہیں ممی وہ لینا۔" وہ باقاعدہ ضد کرنے لگی تھی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ادھر لے آئی جہاں پر چاکلیٹ' آئس کریم وغیرہ کا پورشن تھا۔ سنیعہ نے ایک خطرناک سی نظر اس آئس کریم کھاتے بچے پر ڈالی جو اس کے لیے اچھی خاصی مصیبت کھڑی کر گیا تھا۔

"لالہ میں نے لینا وہ۔" اب اس کی طرف سے مایوس ہو کر ٹوٹے پھوٹے لہجے میں اپنا مدعا صبیحہ تک پہنچایا۔

"دیکھا بجو جی اب کڑے وقت میں لالہ ہی یاد آئی ناں چلو پہلے میرے یہاں کس (kiss) کرو پھر لے کر دوں گی۔" اس نے اپنا گال آگے کیا۔

"صبیحہ۔" سنیعہ نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن وہ لاپروائی سے ہاتھ ہلا کر آگے بڑھ گئی۔ اس کی تقلید میں مینا نے بھی پلٹ کر ہاتھ لہرایا۔ اسی پل مصطفیٰ گردیزی کی بھی نظر اس پر پڑی تھی گول مٹول پھولے گالوں والی' کالے بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے مسکراتی ہوئی پلٹ کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔

"کس قدر پیاری بچی ہے بالکل مینا جیسی۔" اپنی مطلوبہ چیزیں اٹھاتے ہوئے دل سے ہوک اٹھی اور جب وہ جا رہی تھی اپنی ماں کے ہمراہ چاکلیٹ کھاتے ہوئے تو بھی وہ اپنی توجہ اس سے ہٹا نہیں سکا تھا۔

"سنیعہ۔" ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی تھی وہ مکمل طور پر بچی کی طرف متوجہ تھا جب اس کی ماں نے پیچھے مڑ کر متلاشی نظروں سے کسی کو کھوجنا چاہا تھا اور اس کے منہ سے نقاب کھسک گیا۔ مصطفیٰ نے آواز دینا چاہی لیکن زبان پر جیسے تالا پڑ گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔" پیچھے سے کسی عورت نے راستہ مانگا تھا۔

"اوہ سوری۔" وہ خجالت سے ایک طرف ہو گیا اور پھر دروازے کی طرف نگاہ ڈالی لیکن وہاں کچھ نہیں تھا وہ بھی شاپرز اٹھائے تھکے قدموں سے باہر نکل آیا۔

"تم یہیں ہو اور میں نے تمہیں کہاں کہاں ڈھونڈا۔" آہستہ روی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی میں تمہاری اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکتا ہوں اگر وہ بے گناہ بچی تمہیں معاف کر دے تو یہاں آنا ورنہ پھر اس سے ہر رشتہ ختم کر دو ابھی اگر تم اس کو مزید سولی پر لٹکانا چاہتے ہو مجھ میں اور ہمت نہیں ہے کسی معصوم کی آہ سمیٹنے کی۔" بابا جان نے سنیعہ کے متعلق کیے گئے سوال کا جواب اس طرح دیا تھا اور وہ وہیں سے پلٹ آیا تھا۔

"گردیزی ہاؤس۔" میں ہر ایک بابا جان کے اس فیصلے پر افسردہ تھا۔ جہاں آراء تو اکلوتے بیٹے کے ان حالات پر بالکل چپ ہو گئی تھیں۔ بس ہر وقت بیٹے کی سلامتی اور حالات کی درستگی کی دعا آنسوؤں کی صورت میں گالوں کو بھگوئے رکھتی۔

مصطفیٰ گردیزی کے دل پر پڑے بوجھ اور نہ معلوم منزل کی تلاش نے اس کے قدموں میں تھکاوٹ اور شکستگی ڈال دی تھی اور اک تلاش کے بعد وہ آج ملی بھی تھی تو وہ باوجود چاہنے کے اس کی طرف بڑھ ہی نہیں سکا۔ ہوتا ہے کبھی یوں بھی کہ آپ اپنے جرم پر اتنا نادم اور پشیمان ہوتے ہیں کہ اس کی معافی مانگنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ اظہار نہیں کر پاتے اور نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ معافی تلافی کا وقت بھی نکل جاتا ہے اور آپ کی جھولی میں ندامت کے مزید پتھر ڈال جاتا ہے لیکن میں وقت پر اپنی گرفت مزید ڈھیلی نہیں کروں گا۔ ہر صورت مجھے اسے منانا ہے۔

بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے پختہ ارادے سے سامنے دیکھتے ہوئے سنیعہ بدا: اور

Scanned with CamScanner

گاڑی سیدھی سڑک پر ڈال دی۔
"مصطفیٰ مظفر گردیزی۔" اسے سامنے پا کر وہ حیران نہیں ہوئی لیکن ایک پل کے لیے ٹھٹک ضرور گئی تھی۔ اس لیے لبوں سے صرف اس کا نام ہی ادا ہو سکا۔
"کیا ہوا پہچاننے میں دشواری ہو رہی ہے۔" اس شوخی پر وہ چونک گئی لیکن پھر سر جھٹک کر مہمانداری نبھائی۔
"آیئے بیٹھیے۔" مصطفیٰ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر سرد مہری اور تکلف کے سوا کچھ نہیں تھا۔
"کیسی ہو تم؟" اس طرز تخاطب پر پھر چونک اٹھی۔
"ٹھیک ہوں۔" سر جھکا کر حسب عادت کلائی کی چوڑیوں کو چھیڑا گویا ابھی تک عادت نہیں بدلی اس حرکت پر وہ زیر لب مسکرایا۔
"ممی۔" اس پل دوڑتی ہوئی مینا کمرے میں داخل ہوئی وہ اماں کے ساتھ پڑوس میں گئی تھی۔
"جی بیٹا۔" اس نے ملامت سے اس کے بال ماتھے سے ہٹائے۔
"ممی چاتیت (چاکلیٹ) لالہ سے لینا لالہ دندی (گندی) ہے۔" جانے کیا بتانا چاہ رہی تھی وہ مصطفیٰ نے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھا۔ سفید پھولے ہوئے فراک میں ملبوس اسے یکسر نظرانداز کیے وہ ماں کو اپنا مطمع نظر سمجھانے کی کوشش میں تھی۔ چہرہ بھاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہا ہے اور بال بھی بکھرے ہوئے تھے کل بھی اگر اتفاقاً" اس پر نظر نہ پڑتی تو وہ کیسے اپنی اس پیاری سی کائنات کو پاتا۔ بے اختیار دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سوچا۔ وہ اسے اپنی بانہوں میں لے لینا چاہتا تھا اسی وقت منیعہ نے مینا کو اس کی طرف متوجہ کیا۔
"بیٹا دیکھو کون ہیں یہ؟" چند لمحوں تک اسے پہچاننے کی کوشش کی۔
"دیدی (ڈیڈی)۔" یقین کے لیے دوبارہ منیعہ کی طرف دیکھا۔ جس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ دوڑ کر مصطفیٰ کی کھلی بانہوں میں سما گئی۔ منیعہ نے بھیگی آنکھوں سے دیکھا وہ دیوانہ وار اپنی بیٹی کو چوم رہا تھا۔ اس کا ایک ایک نقش خود میں اتار رہا تھا جیسے۔
"تو مصطفیٰ گردیزی یہ ثابت ہو گیا کہ نائمہ خان کے علاوہ بھی ایک اور رشتہ ہے جس سے محبت کی ڈور تمہیں اپنی طرف کھینچ سکتی ہے اور اولاد تو ایسی چیز ہے جو بڑے بڑوں کو جھکا دیتی ہے اپنی محبت کی طاقت سے۔" یونہی اوٹ پٹانگ سوچتے ہوئے اس نے مصطفیٰ کی پشت پر سے دیکھا۔ صبیحہ چلی آ رہی تھی اس کے پیچھے ہی قاسم جو کل شام لاہور آیا تھا کچھ کہتے ہوئے آ رہا تھا اور وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔
"دیکھو منیعہ یہ۔" کمرے میں داخل ہو کر وہ کچھ بتانا چاہ رہی تھی لیکن ایکدم رک گئی۔ اس کے پیچھے آتا قاسم بھی ایک قدم کے فاصلے پر رک کر رہ گیا۔
"تو آپ آ گئے۔" صبیحہ نے منیعہ پر ایک نظر ڈال کر مصطفیٰ کے گرد گھوم کر کہا۔
"جی ہاں اور مجھے آنا ہی تھا۔" وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا۔
"کہاں۔" سوال بے ساختہ تھا۔
"یہاں۔"
"اور اگر آپ کی تجویز منظور ہو جاتی تو؟" پورا حساب لے رہی تھی جانتی تھی ناں کہ منیعہ نے کچھ نہیں کہا ہو گا۔ بہت بدل گئی تھی وہ ان گزرے سالوں میں۔
"مجھے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو گا۔" قاسم سے ملنے کے بعد وہ پلٹ کر بولا۔
"ویسے یار تم نے واقعی اچھا نہیں کیا تھا۔"
"ماشاء اللہ سرزنش بھی کی جا رہی ہے تو ایسے جیسے پیار بھرے بول بولے جائیں۔" صبیحہ نے قاسم کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

"اور کیا تمہاری طرح لڑنا شروع کر دوں جانتے ہو مصطفیٰ میری یہ بیوی کس قدر تیکھی ہے۔ کبھی خونخوار بلی دیکھی ہے تم نے۔" مصطفیٰ کی طرف جھک کر پوچھا تھا صبیحہ کی تخت نگاہوں سے لاپرواہ اور وہ جانتی تھی کہ ابھی دونوں لڑ پڑیں گے اور پھر فوراً صلح ہو جائے گی۔ چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر وہ مسکرا دی۔

"مصطفیٰ آیا ہے۔" اماں کی آواز پر وہ ان کی طرف پلٹی جن کے چہرے پر رونق سی تھی۔

"جی۔" آہستگی سے پلکیں جھکا کر کہا۔

"اگر جانے کا کہے تو مایوس نہ کرنا بیٹے۔" ان کا لہجہ بھیگ سا گیا اور وہ ہارنے لگی تھی اس پل پھر اور اماں ان تھکی ہوئی افسردہ نگاہوں سے نظریں چرا کر کچن سے باہر نکل گئیں۔

"ارے سوئی نہیں تم؟" رات وہ کتاب لے کر کمرے سے نکل رہی تھی جب اس نے گیارہ بجاتی گھڑی کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"میں اتنی جلدی نہیں سوتی۔" اطمینان سے رک کر جواب دیا۔

"لیکن تم تو۔" اس کے نامکمل جملے کا مفہوم سمجھ کر بولی۔

"جی ہاں کبھی مجھے نیند بہت پیاری تھی لیکن آہستہ آہستہ وقت نے سمجھا دیا کہ جو لوگ سوتے ہیں وہ اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں اور میرے پاس تو اب کچھ بھی نہیں تھا کھونے کے لیے پھر بھی۔" وہ درمیان میں ہولے سے ہنس دی۔ ایسی ہنسی جس میں سراسر طنز تھا اپنے اوپر۔

"پتا نہیں اماں کیسے کہہ دیتی تھیں کہ بچپن کی عادتیں کبھی نہیں چھوٹتیں۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ فطرت اور عادت میں یہی فرق ہوتا ہے عادت پر انسان کا اپنا اختیار ہوتا ہے جبکہ فطرت بدلنا مشکل ہوتی ہے اور میری تو یہ عادت تھی ناں۔" چوڑیوں کو پھر گھمایا مصطفیٰ خاصا شرمندہ ہو گیا وہ بھی تو اس کی ان لاپرواہ عادتوں سے عاجز تھا حالانکہ گزرے تقریباً ڈیڑھ سال میں تنہائی میں بے اختیار یہی شوخ و شرارتی روپ تصور میں آن بسا تھا اور اب --- گہری سانس لے کر باہر نکلتی منیعہ پر ایک تھکی ہوئی نظر ڈالی۔

"میری چھٹیاں کل ختم ہو رہی ہیں۔" "تو؟" اس نے سر اٹھایا "آج شام کی فلائیٹ ہے میری اور ساتھ ہی تمہاری بھی۔" اپنی بات کا رد عمل اس چہرے پر کھوجا۔

"لیکن میں تو آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی ہمیشہ کی طرح ایبٹ آباد جانا ہے تین دن بعد مجھے۔" لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"کیا میری خطا اتنی بڑی ہے منیعہ؟" اس نے ہولے سے اس کا ہاتھ تھاما۔ جواباً سلگتی نظروں سے بے تحاشا نادم ہو گیا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مصطفیٰ صاحب کہ مجھے آپ کے ساتھ ہی رہنا ہے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اگر مجھے علیحدگی ہی اختیار کرنا ہوتی تو بہت پہلے یہ کام کر چکی ہوتی لیکن مجھے اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے سوچنا ہے اپنے ماں باپ کے لیے جو بیٹی کو بسا کر اجڑتے ہوئے شاید نہ دیکھ سکیں۔ "گردیزی ہاؤس" کے معصوم اور محبت دینے والے لوگوں کے لیے بہنوں کے مستقبل کی خاطر زرمینا کی خاطر مجھے گزارا کرنا ہی ہے چاہے میرا دل راضی ہو یا نہ ہو صرف مصلحت کی خاطر مجھے یہ مفاہمت کرنا ہی ہے۔" ایک ساتھ کئی نشتر اس کے من میں اتار کر وہ قدرے پر سکون سی ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں منیعہ۔" اس نے ایکدم اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"مجھے گزارا نہیں کرنا اور نہ ہی کمپرومائز کا راستہ اپنانا ہے میں تو محبت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

"محبت --- ہونہہ۔" وہ استہزائیہ ہنس دی۔

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

"مت بھولیں مصطفیٰ گردیزی آپ اپنی زندگی اپنی محبت کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق گزار چکے ہیں۔"

"ہاں مجھے اعتراف ہے کہ مجھے نائمہ خان سے محبت تھی لیکن ہم زندگی میں صرف ایک ہی شخصیت سے تو محبت نہیں کرتے ہر ایک کے لیے دل میں ایک خانہ ضرور ہوتا ہے لیکن عشق تو صرف ایک سے ہی ہوتا ہے اور یہ مقام دل میں سب سے اونچا ہوتا ہے۔ آئی ایم رائیٹ۔" اس کی آنکھوں میں جھانکا تو بے اختیار وہ پلکیں جھکا گئی۔ وہ اکھڑ، محبت سے خفا بلکہ ساری دنیا سے خفا ضدی آفیسر اس سے محبت کی تشریح ایک عام سی لڑکی کے سامنے کرتے ہوئے کس قدر معصوم لگ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی اپنائیت اتر آئی تھی اس لہجے میں اور وہ شاید آنے والے اس پل سے خوفزدہ ہو گئی جو دل کا ٹریک ابھی سے بدلنے لگا تھا اس لیے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نے میری پوری بات تو سنی ہی نہیں منیعہ۔" وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ منیعہ نے خاصی بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا کچن میں کوئی بھی نہیں تھا حتیٰ کہ مینا بھی سبرینہ، نیلا اور اماں کے ساتھ چچا کے گھر میلاد میں گئی ہوئی تھی۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اچھے لوگوں کو ہم اپنے دل سے بھلا نہیں سکتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ کچھ اور لوگ اپنے نقش دل پر بنا لیتے ہیں اور یہی زندگی ہے۔" وہ اس عجیب و غریب منطق پر الجھ سی گئی۔

"اگر میں تم سے کہوں کہ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے لگا ہے اور اب یہ محبت نہیں ہے بلکہ عشق ہے تو۔" رک کر اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر جھانکا اور ان والہانہ نگاہوں نے اسے وہ سب کچھ کہہ دیا جن سے خوفزدہ تھی وہ۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" وہ اس کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتی تھی جب اس نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔

"میرے پاس کوئی جواب نہیں۔" سختی سے کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی اور باہر آ کر احساس ہوا کہ وہ ہولے ہولے کانپ رہی ہے۔ سردی کے باوجود ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔ ہاتھ بھی بھیگ چکے تھے دل صاحب تو انوکھے راگ ہی الاپنے لگے تھے۔ دیوار سے ٹیک لگا کر دو تین گہرے سانس لیے اپنا یہ افسانوی ہیروئن والا 'جھجکنا' شرمانا وجود سخت زہر لگ رہا تھا اس وقت کاش صبیحہ ہی آج صبح واپس قاسم کے ساتھ نہ جاتی کچھ سنبھلی تو خود کو کوس کر صبیحہ کو بھی خوب کوسنوں سے نوازا اور یونہی پلٹ کر دیکھا۔ وہ خاموشی سے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا وہ فوراً وہاں سے ہٹ گئی۔

کراچی مصطفیٰ کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی وہ لیکن تائی امی کا فون آ گیا۔

وہ مینا کے لیے بہت اداس ہو رہی تھیں پھر سمیرا بھابی کے چھوٹے بیٹے فرقان اور دعا آپی کی بیٹی حفصہ کی بسم اللہ بھی تھی۔ اس لیے اماں کے اصرار پر اسے جانا پڑا تھا۔ ابا البتہ ہمیشہ کی طرح خاموش ہی تھے۔ کراچی میں سب نے ہمیشہ کی طرح بلکہ ہمیشہ سے بھی کچھ زیادہ پرجوش انداز میں ان کا استقبال کیا۔ صبیحہ صاحبہ شاید یہاں پر سب کو مصطفیٰ کی لاہور آمد اور باقی تمام معاملات بھی بتا چکی تھیں۔ اسی لیے جب وہ ینگ جنریشن کے پاس پہنچے تو سب نے چلا کر "روشنی مبارک ہو" کا نعرہ لگایا۔ مصطفیٰ تو مسکرا دیا جبکہ وہ خاموشی سے بی بی جان کی طرف بڑھ گئی۔ سب کی سوالیہ نظریں مصطفیٰ کی طرف اٹھ گئیں جو خود بھی لاعلمی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔

اس دن اتوار تھا وہ رباب اور دعا آپی کے ساتھ

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

شاپنگ کے لیے طارق روڈ آئی ہوئی تھی۔ خلاف عادت مصطفیٰ بھی ساتھ تھا۔

"ارے سنیعہ تم۔" وہ جوتوں کی دوکان سے نکل رہی تھی جب اس پرجوش آواز پر چونک کر پلٹی مصطفیٰ نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ دعا آپی اور رباب اگلی دوکان تک پہنچ گئی تھیں۔

"ارے ساجدہ تم یہاں کیسے؟" اپنی بچپن کی سہیلی اور محلے دار ساجدہ کو دیکھ کر وہ حقیقتاً بہت خوش ہوئی تھی۔ دونوں ایف اے تک ساتھ ہی پڑھی تھیں پھر ساجدہ کے والد کی ٹرانسفر لاہور سے فیصل آباد ہوگئی تو یہ ساتھ چھوٹ گیا۔ وہ کافی دن افسردہ رہی تھی کیونکہ خیالات' عادات میں وہ ساجدہ جیسی ہی تھی بلکہ بقول اماں مردوں کے خلاف سنیعہ کو بھڑکانے میں ساجدہ ہی کا ہاتھ تھا زیادہ اسی لیے وہ بہت چڑتی تھیں اس سے۔

"تم بتاؤ تم یہاں کیسے؟"

"میری شادی ہوگئی ہے۔"

"وہ تو مجھے اندازہ ہوگیا ہے۔" شرارت سے اس پر نظر ڈالی۔

"یہ میرے شوہر ہیں مصطفیٰ مظفر گردیزی۔" ایک پل کو چپ رہ کر خاصے اعتماد سے تعارف کروایا۔ مصطفیٰ بھی اس انداز پر چونک سا گیا تھا پھر نارمل انداز میں ساجدہ سے مل کر آگے بڑھ گیا۔

"ونڈر فل یار کیا خوبصورت پیس چنا ہے تم نے اور تم تھیں بھی اس قابل کہ تمہیں اتنا شاندار بدلا ملتا۔" ساجدہ کے لہجے میں ستائش تھی وہ خاموش رہی۔

"اور تم؟"

"میری بھی شادی ہوگئی ہے۔" وہ پھر حسب عادت ہنسی۔

"کس سے؟"

"ایک سیکنڈ ہینڈ مرد سے اور وہ ہیں میرے ہزبینڈ۔" اس نے دور کھڑے پکی عمر کے مرد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو۔" نظریں چراتے ہوئے سوال کرتے کرتے وہ رک گئی۔ دل میں خوف سا پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں وہ بھی اس کے متعلق نہ جان لے۔

"پتا نہیں کیسے مجھے اچھے لگنے لگ گئے ٹیوشن پڑھانے آتے تھے وہیں پر کیوپڈ کا تیر چل گیا اور مزے کی بات تو سنو ان کی پہلی بیوی ابھی زندہ ہے اور دو بچے بھی ہیں اس کے لیکن میں تو الگ رہتی ہوں اور بہت خوش ہوں۔" جانے کیوں آخر میں وضاحت کی تھی۔ اسی وقت اس کے شوہر نے آواز دی تو وہ بھی جلدی سے سلام دعا کر کے اور اسے اپنے یہاں آنے کی تلقین کرتی ہوئی پتا بتا کر چلی گئی۔ سنیعہ نے دور جاتی سرخ و سفید ساجدہ اور اس کے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی اور مصطفیٰ کی طرف۔

"کس قدر ناشکری ہو تم سنیعہ۔" حسب عادت پھر خود کو مخاطب کیا لیکن پھر دل اور دماغ کی وہی جھڑپ اور وہ خالی الذہنی سے گاڑی کی طرف آگئی اور دن یونہی سردمہری میں گزرنے لگے تھے بہت دفعہ ان گہری بولتی آنکھوں سے دل ڈسٹرب ہوا تھا لیکن دماغ ناصح بن کر دلیل کو رد کر جاتا تھا اور خود وہ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کس طرح گزر سکے گی باقی ماندہ زندگی مصطفیٰ اس دن کے بعد بالکل خاموش تھا اسے تقریباً نظرانداز کیے ہوئے مینا میں مگن رہتا تھا لیکن وہ خود بہت الجھ چکی تھی کہیں کوئی کمی سی محسوس ہوتی تھی۔

اس دن جب ہلکی ہلکی پھوار میں سب ہی بی بی جان کے پورشن میں بیٹھے شام کی چائے کے بعد گپ شپ کر رہے تھے مصطفیٰ تھوڑی دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا اپنی چائے ختم کرنے کے بعد وہ اس کے پاس آکھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

کرتے ہوئے پاس بیٹھی منجھلی چچی سے مخاطب ہوا۔

"چچی ہم لوگ ذرا باہر جارہے ہیں۔" اس کے چونکنے کی پرواہ کیے بغیر وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ ذرا ہمیں بھی لے جائیں آپ بھائی۔"

بڑے چاچو کی ثمرین نے ہانک لگائی تو سب نے شور مچادیا اور وہ بمشکل گم صم سی سنیعہ کو ان کے نرغے میں سے نکال کر گاڑی تک پہنچا۔

"کیا بات ہے اتنی چپ کیوں ہو؟" موڑ کاٹتے ہوئے اس کی طرف دیکھا بلیک سوٹ پر ریڈ گرم شال اوڑھے دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھے وہ کافی مضمحل اور افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا تم مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتیں۔" نظریں سونی کلائیوں پر جم گئیں اور مصطفیٰ کے ہونٹ بے اختیار پروین شاکر کی نظم گنگنا اٹھے۔

اتنے اچھے موسم میں
روٹھنا اچھا نہیں ہوتا
ہار جیت کی باتیں
کل پہ اٹھا رکھیں
آؤ آج صلح کرلیں

لیکن گمبھیر لہجے نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔

"کیا میرا قصور بہت زیادہ ہے سنیعہ؟" معصومیت بھرا ایک اور سوال اس نے سر اٹھا کر صرف ایک پل اس کی طرف دیکھا۔ فریش فریش سا، آنکھوں میں شوخی اور معصومیت سموئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کتنی بار سوچا تھا کہ مینا شرارتی موڈ میں ہو تو کس جیسی لگتی ہے۔ مینا کا خیال آتے ہی اس کی شرارتوں کا سوچ کر وہ بے اختیار مسکرا دی تھی۔

"مما سوری۔" ہمیشہ ہر غلط کام کے جواب میں اس کا کان پکڑ کر معافی مانگنا، سنیعہ کی ڈانٹ پر بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو سمائے انہیں ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی کتنی سمجھدار، معصوم لگتی تھی وہ۔

مصطفیٰ نے دیکھا وہ ماحول سے قطعی غیر حاضر تھی۔

"سنیعہ۔" اس نے پھر دھیرے سے پکارا اور وہ بے اختیار ان خوبصورت تصورات سے دامن چھڑا کر چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی اور کتنے لمحے اسے خود کو کمپوز کرنے میں لگے تھے۔ مصطفیٰ نے گاڑی نسبتاً سنسان جگہ پر روک دی۔

"تم میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہیں۔"

"بات یہ ہے مصطفیٰ کہ قصور تو شاید کسی کا بھی نہیں تھا نہ آپ کا اور نہ ہی میرا۔" کافی دیر کے بعد وہ پژمردگی سے بولی۔

"اور شاید اسے ہی قسمت کہتے ہیں بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ ہونا مجھے کسی سے کوئی گلہ یا شکوہ نہیں ہے۔" اگر اماں یا صبیحہ وغیرہ سے کوئی اتنی فراخدلانہ بات سنیعہ کے منہ سے سن لیتا تو اس کی اس اعلیٰ ظرفی پہ پٹ سے گر کر مرجاتا۔

"مصطفیٰ گردیزی ایسا ہے کہ میں ان حالات کی اس قدر عادی ہو چکی ہوں کہ اگر انہیں تبدیل کیا گیا یا اس کا چکر بدلا گیا تو شاید میں سروائیو نہ کر سکوں۔" اپنے ناخنوں پر نظریں جمائے اپنی بات مکمل کی۔

"کیا مطلب؟" وہ پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا۔ اس نے کچھ دیر تک سیدھی سنسان سڑک کی طرف دیکھا تھا لگ رہا تھا کہ ہلکی ہلکی بوندا باری اب تیزی پکڑ رہی تھی کتنا اچھا ہو کہ وہ بالکل پہلے کی طرح خوشی کا بے پناہ اظہار کرتے ہوئے بارش کی آمد پر خود کو بھگو ڈالے۔ تنہا اس سڑک پر لمبی سی واک کرے ہر فکر، ہر غم سے آزاد، لاپرواہ بن جائے۔ صرف ایک پل میں اس نے اتنا کچھ سوچ لیا اور مصطفیٰ اس کی بات کے معنی میں الجھا ہوا تھا

Scanned with CamScanner

پھر سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کی تو ایک خیال بجلی کی طرح ذہن میں کوندا اور اس نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔

"کہیں تم یہ تو نہیں سمجھ رہیں کہ مینا کی وجہ سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہوں۔" چونکہ سنیعہ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی موجود تھا اس لیے اس کے جواب میں خاموش رہی۔ اس کی خاموشی نے جیسے مصطفیٰ کے خیال کو تقویت دی تھی وہ دوبارہ ونڈ اسکرین کی طرف متوجہ ہوگیا۔ گاڑی گھر کے راستے کی طرف مڑی تو وہ کہنے لگی۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ پھر سے اجنبی بن جائیں نہ آپ کے ذہن میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو اور نہ ہمارے بیچ کوئی خوش فہمیاں پیدا ہوں آئی پرامس مینا کی ذات کسی انتشار کا شکار نہیں ہوگی۔" مصطفیٰ کا پاؤں بے اختیار بریک پر چلا گیا۔ وہ بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرائی اور پھر قدرے سنبھل کر اس کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں بے تحاشا حیرتیں سموئے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہو۔ ایک پل کے لیے وہ بھی خجل ہوگئی۔

"تو یہ تمہارا فیصلہ ہے۔" ہر قسم کے تاثر سے بے نیاز لہجہ تھا سنیعہ نے جواباً" سر جھکا دیا۔

سورج بڑی آہستگی سے مغرب کی طرف اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ اس کی نارنجی کرنیں حرارت پہنچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن جنوری کا مہینہ ہونے کی وجہ سے سردی اپنے بھرپور جوبن پر تھی۔ دن میں دھوپ بھی خاصی ٹھنڈی ہوتی تھی۔ اس دفعہ کتنے سالوں کے بعد کراچی والوں کو سردی کی یہ لہر میسر آئی تھی۔ فضا میں اپنے آشیانوں کو لوٹتے ہوئے پرندوں کا شور بڑھ گیا تھا۔

اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر اپنی توجہ پاس کھیلتے ہوئے بچوں کی طرف مبذول کی۔ کبھی وہ بھی اس منظر کا حصہ ہوتی تھی۔

"مصطفیٰ مظفر تم نے تو مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا نہ میں پہلی سی زندگی گزار سکتی ہوں اور نہ ہی موجودہ حالات سے کمپرومائز کر سکتی ہوں کس قدر کھوکھلی ہوگئی ہوں میں اندر سے۔"

"مماکامی بھیانے مالا (مارا) ہے۔" مینا نے پاس آکر اس کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔

"نہیں بیٹا ایسے نہیں لڑتے کھیل میں اور لڑائی تو گندے بچے کرتے ہیں۔" پیار سے مینا کے بال سنوار کر مینا اور پاس کھڑے کامی دونوں کو سرزنش کی۔

"واقعی لڑائی تو گندے بچے کرتے ہیں۔" سنیعہ نے پلٹ کر دیکھا پیچھے کھڑی صبیحہ کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ چونک گئی۔

"جاؤ بیٹا جا کر کھیلو۔" سنیعہ کی توجہ سے بے نیاز بچوں سے مخاطب ہوئی اور پھر پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"سنیعہ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی تم اتنی سنگدل تو کبھی بھی نہیں تھیں۔" سنیعہ نے پھر الجھ کر اسے دیکھا۔ آخر کیا کہنا چاہتی تھی وہ۔

"جانتی ہو مصطفیٰ بھائی کو کس نے واپس بلایا تھا؟"

"کس نے؟" بے اختیار پوچھا۔ حیرت ہے کہ مصطفیٰ خود آنے کی بجائے کسی کے بلاوے پر آیا تھا۔

"میں نے۔" فوراً اطمینان بھرا جواب ملا۔

"اب تم پوچھو گی کیوں تو اس بات کا جواب ہے کہ میں جان چکی تھی کہ تم ہار رہے ہو دونوں اپنی اپنی جگہ پر تم اپنے خیالات' تجربات کی نفی ہونے پر اور کچھ دل کے ہاتھوں اور وہ صرف دل کی وجہ سے اور کچھ فطری جذبے کے تحت اور کسی نہ کسی کو تو آگے بڑھنا ہی تھا کیونکہ دونوں ضدی تو ایک نمبر کے تھے تم لوگ لہٰذا قاسم کی مدد

Scanned with CamScanner

سے میں نے یہ قدم اٹھایا لیکن تم نے پھر مجھے بہت مایوس کیا جانتی ہو ابھی بی بی جان بھی تم لوگوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے بابا جان کے سامنے رو رہی تھیں کیوں دکھ دے رہی ہو تم سب کے ساتھ خود کو بھی۔"

"مجھے کم از کم تم سے اس بات کی امید نہیں تھی تم نے انہیں یہی کہہ کر بلایا ہے ناں کہ میں ہر طرف سے شکست کھانے کے بعد اب انہی کے انتظار میں ہوں۔" اس کی باقی باتوں سے قطع نظر وہ صرف اس بات پر خفا ہو گئی تھی۔

"نہیں میں نے ایسی کوئی امید یا آس نہیں دلائی تھی کیونکہ مجھ پتا تھا کہ تم آس کا دیا کبھی جلتا نہیں رہنے دو گی البتہ میں نے صرف ان سے لوٹ آنے کا کہا تھا بغیر تمہارا اتا پتا بتائے کیونکہ بابا جان کے حکم سے سب آگاہ تھے اب وہ تم تک کیسے پہنچے اس سے میں قطعی لاعلم ہوں۔"

"تم سب نے مل کر مجھے بیوقوف بنایا۔" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی توہین کا احساس دل میں جاگزیں ہو گیا۔

"کسی نے تمہیں بیوقوف نہیں بنایا تم خود ہی احمق ہو پرلے درجے کی۔" صبیحہ ایکدم برہم ہو گئی۔

"اماں تمہیں صحیح معنوں میں بدھو کا لقب دیتی تھیں۔ مصطفیٰ بھائی کے لیے شادی کے لیے ہاں کر کے ہمارے خیالات کو تم نے غلط ثابت کر دیا تھا لیکن اب پھر اسی بیوقوفی پر اتر آئی ہو تم اور اپنا گھر اجاڑنے کے درپے ہو کس بات کا زعم ہے تمہیں بولو ہاں یہی غرور ہے تمہیں کہ تم نے ایک بن ماں کی بچی کو محبت دی اور اب جیسے چاہو اس محبت کو کیش کروا کر ان پیارے لوگوں کو دکھ پہنچاؤ یاد رکھو اگر ان لوگوں کے علاوہ کسی اور گھٹیا قسم کے خاندان کے پلے پڑ جاتیں تو دوسرے دن ہی تمہاری تمام قربانیوں کو ہضم کر کے ہاتھ سے پکڑ کر باہر کھڑا کر دیتے۔ لیکن تم نہیں سمجھو گی۔" وہ تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"مجھے یہ تو بتاؤ اس دن مصطفیٰ بھائی تمہیں لے کر باہر گئے تھے تو یقیناً انہوں نے ایکسکیوز بھی کیا ہو گا لیکن تمہارا رویہ یہی بتاتا ہے کہ تم نے پھر انہیں ناکام لوٹا دیا۔ جب تمہارے دل میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے تو علیحدہ کیوں نہیں ہو جاتیں ان سے۔" سنیعہ نے تڑپ کر دیکھا۔ لیکن صبیحہ نے قطعی توجہ نہ کی۔

"ارے تم تو خود ہی سیکنڈ ہینڈ مرد سے شادی پر راضی نہیں تھی اور مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے یہ نادر خیالات شادی کے بعد بھی نہیں بدلے ہوں گے جب تم خود ہی ان کی طرف راغب نہیں تھیں تو پھر ان کی التفاتی کا شکوہ کرنا چہ معنی اور غلطی سے (ہاں میں تو اب غلطی ہی کہوں گی) اگر مصطفیٰ بھائی پلٹ کر تمہاری طرف آ ہی گئے ہیں تو تب بھی تمہارے دماغ میں وہی خناس سمایا ہوا ہے ضروری ہے کہ بجو وغیرہ کی زندگی کے تجربات کے رزلٹ تم اپنی زندگی پر اپلائی کرو۔ اس لیے میں کہتی ہوں اس سے بہتر ہے کہ فیصلہ کر کے خود بھی پرسکون ہو جاؤ۔" بے تحاشا غصہ میں اپنا لاوا باہر نکالا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں پر آنسوؤں کا ریلا امڈا چلا آ رہا تھا وہ بے قاعدہ ہچکیاں بھی لینے لگی تھی۔ صبیحہ کو اس پر بہت سا پیار آگیا وہ بھی زیادہ ہی روڈ ہو گئی تھی۔

"صبیحہ مجھے نہیں پتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔" صبیحہ نے گلے سے لگایا تو سادگی سے ہچکیوں کے درمیان بولی۔

"کیا مطلب کیا ہوا تھا۔" اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا تو جواباً" اس دن والی ساری گفتگو اسے بتا دی اور صبیحہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔ سنیعہ کے گال ایک بار پھر بھیگنے لگے۔

"چلو اندر۔" کافی دیر کے بعد سر اٹھا کر اسے

دیکھا۔ ابھی مصطفیٰ کو اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لیے سنیعہ کو گھسیٹ کر اندر لے آئی۔

کمرے میں آکر مصطفیٰ نے کوٹ ایک طرف پھینکا ٹائی کی نات ڈھیلی کر کے صوفے پر بیٹھ گیا اور جھک کر جوتے اتارے۔ آج چھٹی کا سارا دن باہر دوستوں میں ہی گزارا تھا اس لیے خاصی تھکاوٹ ہو گئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر گھڑی رکھنے کے لیے جھکا تو ایکدم چونک گیا۔ خوبصورت سے فریم میں اس کی اور سنیعہ کی تصویر تھی وائیٹ کرتے شلوار میں وہ نیلی ساڑھی میں ملبوس سنیعہ کے ساتھ کھڑا تھا دونوں سامنے دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے پتا نہیں کب کھینچی گئی تھی یہ تصویر۔ اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو وہ سیدھا ہو گیا۔

"یہ۔" سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"یہ شاید رباب نے رکھی ہے۔" وہ قدرے ہکلا گئی۔ مصطفیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا وہ تو بڑے اعتماد سے بات کرتی تھی آج یہ گھبراہٹ پل بھر کے لیے سوچا پھر کچھ بھی کہے بنا سر جھٹک کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ واقعی وہ تصویر وہاں ہونی چاہیے تھی۔

"میں معذرت چاہتی ہوں آپ سے۔" تولیے سے بال رگڑ کر صوفے پر پھینکا۔ اب برش کرنے لگا تھا کہ یہ آواز کانوں سے ٹکرائی۔ آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے سخت تذبذب کا شکار تھی۔ مصطفیٰ کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ امڈ آئی۔

"اماں کہتی ہیں کہ میں بہت لاپرواہ ہوں اور بیوقوف بھی اس لیے اکثر غلط بول جاتی ہوں جس پر بعد میں پچھتاتی بھی ہوں۔"

"ٹھیک کہتی ہیں وہ۔" فوراً اس بات کی تائید کی اور برش رکھ کر اس کی طرف پلٹا۔

"لیکن اب میں پچھتانا نہیں چاہتی۔" فوراً سر اٹھا کر پرعزم لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف ہنوز سنجیدگی اور خاموشی کا ڈیرہ تھا۔ اسے ڈھیروں رونا آ گیا۔

"میری خطا اتنی بڑی تو نہیں ہے ناں۔" ایک اور کوشش کی لیکن پھر ناکامی۔

"اتنے اچھے موسم میں روٹھنا اچھا نہیں ہوتا۔" گلوگیر لہجے میں اس کے الفاظ لوٹانے چاہے۔

"خاموش۔" وہ ڈپٹ کر بولا۔

"تمہیں تو شعر بھی سنانا نہیں آتا۔"

"میں کیا کروں مجھے کچھ بھی کرنا نہیں آتا اور کسی کو منانا تو بالکل بھی نہیں۔"

"ہاں تمہیں صرف دل دکھانا آتا ہے بس اب ایک بھی آنسو اور بہا تو بہت بری طرح پیش آؤں گا میں۔" وہ سختی سے اس کے گالوں کی طرف اشارہ کر کے بولا تو اس نے تیزی سے یوں آنسو صاف کئے اگر دیر ہو گئی تو شاید وہ اپنے کہے پر عمل کر لے۔

"ہوں ٹھیک ہے یہ تمہاری کلائیاں کیوں سونی ہیں۔" اطمینان سے پوچھا۔

"اب اچھی نہیں لگتیں چوڑیاں۔"

"مجھے تو لگتی ہیں۔" زیرلب بڑبڑاہٹ باوجود کوشش کے وہ نہیں کر سکتی تھی۔

"جاؤ اور سامنے والے وارڈروب کے نچلے دراز سے پنک پیکٹ لے کر آؤ۔" لہجہ پھر حد درجہ سپاٹ ہو گیا تھا۔ سنیعہ نے سراسیمہ نظروں سے اسے دیکھا لیکن وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ مردہ قدموں سے چل کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مصطفیٰ نے ہاتھ پکڑ کر اسے سامنے بیڈ پر بٹھایا اور اس پیکٹ کو کھولا تو ڈبہ میں موجود کتنی خوبصورت چوڑیاں اسے حیرت میں مبتلا کر گئی جنہیں اس نے اس کی کلائی میں آہستگی سے ڈال دیا۔ چھن چھن خوبصورت سی موسیقی بج اٹھی۔

"بات یہ ہے مسز سنیعہ مصطفیٰ۔" اس کا

Scanned with CamScanner

چوڑیوں والا ہاتھ جھلاتے ہوئے بولا۔

"تم نے شادی شدہ مردوں کے متعلق اپنے تجربات کی روشنی میں کچھ نظریات قائم کر لیے تھے اور سب کو ان نظریات کی کسوٹی پر رکھ کر جانچتی تھیں پہلے تمہاری پھپھو کی زندگی پھر تمہاری بہن کی، تمہارے نظریات کو تقویت پہنچاتی تھیں۔" وہ بالکل صحیح تجزیہ کر رہا تھا۔

"پھر جب تمہاری شادی ہوئی تو سوئے اتفاق میں بھی بقول تمہارے سیکنڈ ہینڈ مرد تھا۔ میری لاپروائی اور کسی حد تک بے حسی نے تمہیں مجھ سے متنفر کر دیا اور تم میرے گریز کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکیں اور میں بھی اس بات سے مطمئن تھا کہ چلو تم نے میری مینا کی ذمہ داری سنبھال لی اور مجھے نائمہ کی یادوں کے چنگل سے کوئی نہیں نکال سکے گا۔ بس یہی میری غلطی تھی جو کہ سنگین صورت اختیار کر گئی بعد میں کئی بار تمہارے لیے میرے دل کے دروازے کھلنے چاہے جنہیں میں نے نائمہ کی یادوں میں کھو کر بند کر دیا لیکن تم نے دستک ہی نہیں دی پھر جب میں یہاں سے گیا تو کچھ عرصہ کے بعد مجھ یہ خیال ستانے لگا کہ میں تم سے زیادتی کر رہا ہوں۔ واقعی ایک کنواری لڑکی پر یہ ظلم کرنا ہی ہے کہ اسے شادی سے پہلے ایک بچی کی ماں ہونے کا عہدہ دے دیا جائے اینڈ آئی ایم پراوڈ آف یو کہ تم بہت اچھی طرح اس عہد کو نبھایا۔ حتیٰ کہ شاید مینا کی سگی ماں بھی اس کا اتنا خیال نہیں رکھ سکتی تھی۔ خیر اسی لیے میں نے تمہیں علیحدگی کا حق دے دیا لیکن بعد میں احساس ہوا کہ میں جن دروازوں کو بند سمجھتا رہا اپنی دانست میں وہ تو پوری طرح کھلے ہیں اور تم پوری شان سے موجود ہو وہاں اور پھر میں ہارتا چلا گیا تم سے میں نے بارہا سوچا کہ شاید یہ صرف احسان مندی اور عقیدت ہے میرے دل میں کیونکہ تم میری بیٹی کو پال رہی لیکن نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"انہی دنوں صبیحہ کا خط ملا جب میری پوسٹنگ ہری پور تھی میرا اس سے مسلسل رابطہ تھا پچھلے ماہ اس کے اصرار پر میں کراچی اپنی پوسٹنگ کروانے میں کامیاب ہو گیا۔ کیا تم جانتی ہو کہ تمہیں نہ پا کر میں کتنا پریشان ہوا تھا۔ کسی نے بھی تو تمہارے متعلق اشارہ تک نہیں دیا تھا اور پھر جب لاہور میں آفیشل ٹور پر تم سے ملا تھا تو تمہاری ضد نے سارا کام خراب کر دیا اور پھر صبیحہ نے مجھے تمہارے خیالات کے متعلق بتایا۔" رک کر اس کی طرف دیکھا جہاں شاید خود پر ضبط ختم ہو گیا تھا۔ آنسو ایک بار پھر روانی سے بہنے لگے تھے۔

"سنیعہ سوری جان میں تمہیں دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" آہستگی سے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد ڈال کر ہونٹ پیشانی پر رکھ دیے۔

"آئی ایم آلسو تھمیڈ آن مائی فالٹ۔" کافی دیر کے بعد خود پر قابو پا کر وہ بھاری آواز میں بولی۔

"اٹس او کے یار اینڈ ہیپی نیو ایئر۔"

"ہیں۔" سنیعہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بھئی پھر کیا ہوا نئے سال کو شروع ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں ہمارے لیے تو نیا اب ہوا ہے ناں اور ہاں ایک بات اور۔" رک کر اس کی طرف دیکھا جو مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔

"اور وہ یہ کہ اب مینا کی دوسری بہن یا بھائی جلدی آ جانا چاہیے پہلے ہی ہم کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔" اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"آپ بہت خراب ہیں۔" کافی دیر کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تو سرخ چہرے سمیت دھکیل کر صرف یہی کہہ سکی اور وہ بے اختیار اس کے انداز پر ہنس دیا۔

☆ ☆ ☆

Nadia Majid

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner